قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 2/ نومبر 2022ء | 6/ ربیع الثانی 1444 ہجری قمری | 2/ نبوت 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 238

فرمانِ رسولؐ

حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ریا کاری۔

(مسند احمد الرسالہ روایت 23630)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی اُمت کے بارے میں شرک کا خوف ظاہر فرمایا۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمت شرک میں مبتلا ہوجائے گی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

وہ لوگ چاند سورج کی پتھر اور بتوں کی پرستش نہیں کریں گے لیکن ریا کاری کریں گے یعنی لوگوں کو دکھانے کیلئے نیک کام کریں گے۔

(ماخوذ از ابن ماجہ، کتاب الزھد باب الریا والسمعہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

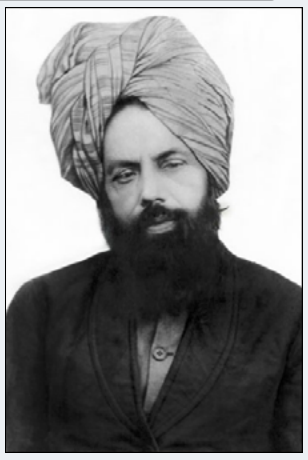

عُجب اور ریا معاصی ہیں

’’اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اُس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقویٰ کم ہو گیا ہے۔بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں۔مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہوجاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریا کاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں اُن میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اگرچہ ظاہری طور پر ہر انسان سمجھتا ہے کہ یہ بڑے دیندار ہیں لیکن عُجب اور ریا اور باریک باریک معاصی میں مبتلا ہیں جو کہ عارفانہ خوردبین سے نظر آتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ دنیا کو تقویٰ اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے۔ اسی غرض کے لیے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 83 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۷﴾

(الماعون: 5-7)

ترجمہ: پس اُن نماز پڑھنے والوں پر ہلاکت ہو۔ جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

خود انسان کو اگر وہ حقیقت پسند بن کے اپنا جائزہ لے تو پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کام جو وہ کر رہا ہے یہ دنیاوی دکھاوے کے لئے ہے یا خدا تعالیٰ کی خاطر؟ اگر انسان کو یہ پتہ ہو کہ میرا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہونا چاہئے اور ہو گا تو تبھی مجھے ثواب بھی ملے گا تو تبھی وہ نیک اعمال کی طرف کوشش کرتا ہے۔ تبھی وہ اس جستجو میں رہے گا کہ میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی تلاش کروں اور اُن پر عمل کروں اور جب یہ ہو گا تو پھر نہ ریا پیدا ہو گی نہ دوسری برائیاں پیدا ہوں گی۔

اسی طرح قرآنِ کریم میں رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ اس میں سب سے پہلے تو اپنے ماں باپ اور بیوی بچے ہیں۔ اسی طرح پھر آگے تعلق کے لحاظ سے۔ اس تعلق میں ایک بات کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ آجکل برداشت کی کمی مردوں اور عورتوں، دونوں میں بہت زیادہ ہے۔ حالانکہ برداشت اور صبر کی بھی خدا تعالیٰ نے بہت تلقین فرمائی ہے اور اس کمی کی وجہ سے رشتے ٹوٹنے کی تعداد بڑھ رہی ہے اور کسی کو یہ خیال نہیں رہتا کہ جن کے بچے ہیں، اس کے نتیجے میں بچوں پر کیا اثر ہو گا۔ پس دونوں طرف سے تقویٰ میں کمی ہے اور عملی حالتوں کی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30/ مارچ 2012ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 205-206)

اس شمارہ میں

- عشق کرتا ہے بے مثال ہمیں (منظوم)
- احکام خداوندی
- دُعاء، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے
- معلمین وقفِ جدید کے لئے مشعلِ راہ
- خواجہ غلام نبی گلکار مرحوم
- شفقت و دلداری
- سو سال قبل کا الفضل
- کیا سمندر واقعی آکسیجن پیدا کرتے ہیں؟

دربارِ خلافت

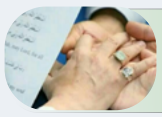

زمانے کی ایجادات اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھا کر حضرت مسیح موعودؑ کا مددگار بننا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

گزشتہ دنوں میرے علم میں ایک بات آئی کہ پاکستان میں اور بعض ملکوں میں، وہاں کی یہ خبریں ہیں کہ لڑکیوں کو شادیوں کا جھانسہ دے کر پھر بالکل بازاری بنا دیا جاتا ہے۔ وقتی طور پر شادیاں کی جاتی ہیں پھر طوائف بن جاتی ہیں اور یہ گروہ بین الاقوامی ہیں جو یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ یقیناً یہ خوفناک حالت رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔ اسی طرح نوجوان لڑکوں کو مختلف طریقوں سے نہ صرف عملی بلکہ اعتقادی طور پر بھی بالکل مفلوج کر دیا جاتا ہے۔ پس جہاں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان غلاظتوں سے محفوظ رکھے، وہاں ہر احمدی کو بھی اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے ان غلاظتوں سے بچنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے۔ زمانے کی ایجادات اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے زمانے کی سہولتوں سے فائدہ اُٹھا کر تکمیلِ اشاعتِ ہدایت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مددگار بننا ہے نہ کہ بے حیائی، بے دینی اور بے اعتقادی کے زیرِ اثر آ کر اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنا ہے۔

پس ہر احمدی کے لئے یہ سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔ ہمارے بڑوں کو بھی اپنے نمونے قائم کرنے ہوں گے تاکہ اگلی نسلیں دنیا کے اس فساد اور حملوں سے محفوظ رہیں اور نوجوانوں کو بھی بھرپور کوشش اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اپنے آپ کو دشمن کے حملوں سے بچانا ہوگا۔ وہ دشمن جو غیر محسوس طریق پر حملے کر رہا ہے، وہ دشمن جو تفریح اور وقت گزاری کے نام پر ہمارے گھروں میں گھس گھس کر ہماری جماعت کے نوجوانوں اور کمزور طبع لوگوں کو متاثر بھی کر رہا ہے۔ اُن میں نقص پیدا کرنے کی بھی کوشش کر رہا ہے۔

بیشک جیسا کہ میں نے کہا، خلفائے احمدیت عملی حالتوں کی بہتری کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ گزشتہ خلفاء بھی اور میں بھی خطبات وغیرہ کے ذریعہ اس نقص کو دور کرنے کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں اور ان ہدایات کی روشنی میں ذیلی تنظیمیں بھی اور جماعتی نظام بھی پروگرام بناتے ہیں تاکہ ہم ہر طبقے اور ہر عمر کے احمدی کو دشمن کے ان حملوں سے بچانے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی طرف خود توجہ کرے، مخالفینِ دین کے حملوں کو ناکام بنانے کے لئے کھڑا ہو جائے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ دشمنانِ دین کی اصلاح کا عزم لے کر کھڑا ہو اور صرف دفاع نہیں کرنا بلکہ حملہ کر کے اُن کی اصلاح بھی کرنی ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے اپنا ایک خاص تعلق پیدا کرے تو نہ صرف ہم دین کے دشمنوں کے حملوں کو ناکام بنا رہے ہوں گے بلکہ اُن کی اصلاح کر کے اُن کی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بھی ہوں گے۔ بلکہ اس فتنہ کا خاتمہ کر رہے ہوں گے جو ہماری نئی نسلوں کو اپنے بد اثرات کے زیرِ اثر لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس ذریعہ سے ہم اپنی نئی نسل کو بچانے والے ہوں گے۔ ہم اپنے کمزوروں کے ایمانوں کے بھی محافظ ہوں گے اور پھر اس عملی اصلاح کی جاگ ایک سے دوسرے کو لگتی چلی جائے گی اور یہ سلسلہ تا قیامت چلے گا۔ ہماری عملی اصلاح سے تبلیغ کے راستے مزید کھلتے چلے جائیں گے۔ نئی ایجادات برائیاں پھیلانے کے بجائے ہر ملک اور ہر خطّے میں خدا تعالیٰ کے نام کو پھیلانے کا ذریعہ بن جائیں گی۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم حقائق سے کبھی نظریں نہیں پھیر سکتے کیونکہ ترقی کرنے والی قومیں، دنیا کی اصلاح کرنے والی قومیں، دنیا میں انقلاب لانے والی قومیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتی ہیں۔ اگر آنکھیں بند کر کے ہم کہہ دیں کہ سب اچھا ہے تو یہ بات ہمارے کاموں میں روک پیدا کرنے والی ہو گی۔ ہمیں بہر حال حقائق پر نظر رکھنی چاہئے اور نظر رکھنی ہو گی۔ ہم اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے کہ پچاس فیصد کی اصلاح ہو گئی ہے یا اتنے فیصد کی اصلاح ہو گئی ہے بلکہ اگر ہم نے دنیا میں انقلاب لانا ہے تو سو فیصد کے ٹارگٹ رکھنے ہوں گے۔

(خطبہ جمعہ 6/ دسمبر 2013ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 11 صفحہ 675-676)

عشق کرتا ہے بے مثال ہمیں

باتوں باتوں میں یوں نہ ٹال ہمیں
اپنی صورت میں اب کے ڈھال ہمیں

عشق کرتا ہے بے مثال ہمیں
درد کرتا ہے باکمال ہمیں

اب کہ کھلتی ہوئی بہاروں نے
جاتے جاتے کیا نڈھال ہمیں

کتنی آہیں اداس تھیں اس نے
کل سنایا تھا جب خیال ہمیں

پھول کانٹے الجھ گئے جس میں
ماری اس نے وہی تھی ڈال ہمیں

خوشبوئیں بے قرار کرتی ہیں
کب ستاتے ہیں اتنا گال ہمیں

جس میں بچپن جوان لگتا تھا
یاد ہیں وہ ہی ماہ و سال ہمیں

اک دِیا پیار کا جلایا ہے
اس کی کرنی ہے دیکھ بھال ہمیں

دیا جیم۔فجی

صبیحہ محمود۔ جرمنی

احکام خداوندی

اللہ کے احکام کی حفاظت کرو۔ (الحدیث)

قسط 60

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتا ہے۔‘‘

(کشتی نوح)

جہاد (حصہ دوم)

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

(التوبہ:92)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرف ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تاکہ تو انہیں (جہاد کے لئے ساتھ) کسی سواری پر بٹھالے تو تو انہیں جواب دیتا ہے میں تو کچھ نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کرسکوں۔ اس پر وہ اس حال میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسو بہارہی ہوتی ہیں کہ وہ کچھ نہیں رکھتے جسے (راہ مولیٰ میں) خرچ کرسکیں۔

حسب استطاعت جنگ کی تیاری رکھنے کی ہدایت

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

(الانفال:61)

اور جہاں تک تمہیں توفیق ہو ان کے لئے تیاری رکھو، کچھ قوت جمع کرکے اور کچھ سرحدوں پر گھوڑے باندھ کر۔ اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی مرعوب کروگے۔ تم انہیں نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔

جہاد میں مومنوں کو سامان حفاظت ساتھ رکھنے کی ہدایت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۲﴾

(النساء:72)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان رکھا کرو۔ پھر خواہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں نکلو یا بڑی جمعیت کی صورت میں۔

ملکی سرحدوں کی نگرانی رکھنے کی ہدایت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

(آل عمران:201)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور سرحدوں کی حفاظت پر مستعد رہو۔

قتال کی ترغیب دینا

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ

(الانفال:66)

اے نبی! مومنوں کو قتال کی ترغیب دے۔

صرف دفاعی جنگ جائز ہے

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج:40)

ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیے گئے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ

(البقرہ:191-192)

اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (دوران قتال) انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

(البقرہ:217)

تم پر قتال فرض کردیا گیا ہے جبکہ وہ تمہیں ناپسند تھا اور بعید نہیں کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ ایک چیز تم پسند کرو لیکن وہ تمہارے لئے شرانگیز ہو اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

اسلامی جنگوں کی غرض مذہبی آزادی کا قیام ہے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

(البقرہ:194)

اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اختیار کرنا) اللہ کی خاطر ہو جائے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو (زیادتی کرنے والے) ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی۔

(نوٹ: اس آیت میں مومنوں کو زبردستی مرتد کرنے والوں کے خلاف قتال کی اجازت بھی موجود ہے۔)

کن کے خلاف قتال کی اجازت ہے

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

(التوبہ:29)

اہل کتاب میں سے ان سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ ہی اسے حرام ٹھہراتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی دین حق کو بطور دین اپناتے ہیں یہاں تک کہ وہ (اپنے) ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ بے بس ہوچکے ہوں۔

(نوٹ: اس آیت میں درج ذیل لوگوں کے خلاف قتال کی اجازت ہے)

1. جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔
2. جو یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

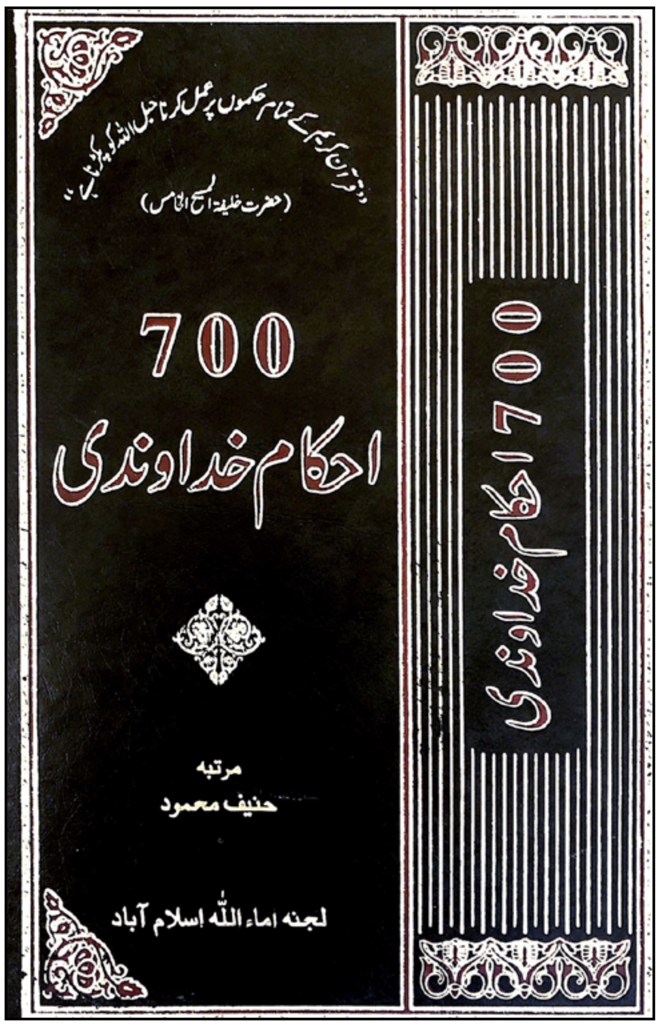

3. جو ان چیزوں کو حرام نہیں ٹھہراتے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔
4. جو دین حق کو بطور دین نہیں اپناتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

عہدشکن کفار سے لڑائی کا حکم

وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

(التوبہ:12)

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرغنوں سے لڑائی کرو۔ یقیناً وہ ایسے ہیں کہ ان کی قسموں کی کوئی حیثیت نہیں (پس ان سے لڑائی کرو۔ اس طرح) ہوسکتا ہے کہ وہ باز آجائیں۔

اولیاء الشیطن سے قتال

فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۷﴾

(النساء:77)

پس تم شیطان کے دوستوں سے قتال کرو۔ شیطان کی تدبیر یقیناً کمزور ہوتی ہے۔

کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

(التوبہ:73)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔

(نوٹ: اس سے قبل دعوت الی اللہ کے مضمون میں یہ آیت آچکی ہے۔ چونکہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کا ترجمہ یوں فرمایا ہے۔ ’’اور (پکا انتظام کرکے) ان پر سختی (سے حملہ) کرو۔‘‘ اس لئے یہاں الگ حکم لایا گیا ہے۔)

(700 احکام خداوندی از حنیف احمد محمود صفحہ 446-451)

حسنیٰ مقبول احمد۔امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 3

اس سلسلہ کی قسط 3 باوجوہ شائع ہونے سے رہ گئی تھی جواب شائع کی جا رہی ہے

سچے دل سے توبہ استغفار میں مصروف ہو جاؤ

جب کوئی عذاب اور قہر الٰہی دور ہو جاتا ہے ہیضہ ہو یا طاعون، وبا ہو یا قحط، تو لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وقت جاتا رہا۔ پھر اس طرح سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ مگر تمہارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے آئندہ وعدوں کو یاد کر کے ترساں و لرزاں رہو اور قبل از وقت سنبھل جاؤ۔ نت نئی توبہ کرو۔ جو توبہ کرتا ہے وہ نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے اور جو توبہ نہیں کرتا وہ گناہ کی طرف جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرتا ہے۔ توبہ نہ کرنے والا گناہ کی طرف جھکتا ہے اور گناہ آہستہ آہستہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ کوئی مابہ الامتیاز بھی تو پیدا کرو۔ تم میں اور تمہارے غیروں میں اگر کوئی فرق پایا جاوے گا تو جب ہی خدا بھی نصرت کرے گا۔ ورنہ بنی اسرائیل کی طرف دیکھ لو کہ جب ان میں اور ان کے غیر میں فرق نہ پایا گیا تو باوجود یکہ حضرت موسیٰؑ ان میں موجود تھے کافروں سے کیسی ذلت کی ہزیمت دلائی۔ ان کے مقابل میں ایک کافر کی تائید کی اور ان کو سزا دی۔ نبی موجود، کتاب موجود، احکام موجود، بایں انہوں نے خلاف کیا۔ آخر کافروں سے بھی شکست کھائی۔ کافر تو احکام الٰہی سے بیخبر ہوتے ہیں۔ وہ ایسے مواخذہ کے قابل نہیں ہوتے جیسے کوئی مان کر۔ جان پہچان کر خلاف ورزی احکام کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾ (النحل:129) تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والے خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہوتے ہیں اور وہ ہر وقت نافرمانی کرنے سے ترساں و لرزاں رہتے ہیں... کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے بلا نہیں پکڑے گی اور کسی کو بھی مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ آفات تو ناگہانی طور سے آجاتے ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ رات کو کیا ہو گا۔ لکھا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ پہلے بہت روئے اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یا عباداللہ خدا سے ڈرو۔ آفات اور بلیّات چیونٹیوں کی طرح انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں بجز اس کے کہ سچے دل سے توبہ استغفار میں مصروف ہو جاؤ۔

استغفار اور توبہ کا یہ مطلب نہیں جو آجکل لوگ سمجھے بیٹھے ہیں۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے معنے بھی کسی کو معلوم نہیں۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ ایک عربی زبان کا لفظ ہے۔ ان لوگوں کی تو چونکہ یہ مادری زبان تھی اور وہ اس کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھے۔ استغفار کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ سے اپنے گزشتہ جرائم اور معاصی کی سزا سے حفاظت چاہنا اور آئندہ گناہوں کے سرزد ہونے سے حفاظت مانگنا۔ استغفار انبیاء بھی کیا کرتے تھے اور عوام بھی۔

بعض نادان پادریوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے استغفار کرنے سے نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ استغفار تو ایک اعلیٰ صفت ہے۔ انسان فطرتًا ایسا بنا ہے کہ کمزوری اور ضعف اس کا فطری تقاضا ہے۔ انبیاء اس فطرتی کمزوری اور ضعف بشریت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی تو ہماری ایسی حفاظت کر کہ وہ بشری کمزوریاں ظہور پذیر ہی نہ ہوں۔ غفر کہتے ہیں ڈھکنے کو۔ اصل بات یہی ہے کہ جو طاقت خدا کو ہے وہ نہ کسی نبی کو ہے نہ ولی کو اور نہ رسول کو۔ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں اپنی طاقت سے گناہ سے بچ سکتا ہوں۔ پس انبیاء بھی حفاظت کے واسطے خدا کے محتاج ہیں۔ پس اظہار عبودیت کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور انبیاء کی طرح اپنی حفاظت خدا تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے۔

یہ ان لوگوں کا خیال غلط ہے کہ حضرت عیسیٰؑ استغفار نہ کرتے تھے۔ یہ ان کی بیوقوفی اور بے سمجھی ہے اور یہ حضرت عیسیٰؑ پر تہمت لگاتے ہیں۔ انجیل میں غور کرنے سے صریح اور صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جابجا اپنی کمزوریوں کا اعتراف کیا اور استغفار بھی کیا۔ اچھا بھلا ایلی ایلی لما سبقتانی سے کیا مطلب؟ اَبِیۡ اَبِیۡ کر کے کیوں نہ پکارا؟ عبرانی میں ایل خدا کو کہتے ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ رحم کر اور فضل کر اور مجھے ایسی بے سروسامانی میں نہ چھوڑ (یعنی میری حفاظت کر)

درحقیقت مشکل تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بوجہ اختلاف زبان استغفار کا اصل مقصد ہی مفقود ہو گیا ہے اور ان دعاؤں کو ایک جنتر منتر کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کیا نماز اور کیا استغفار اور کیا توبہ۔ اگر کسی کو نصیحت کرو کہ استغفار پڑھا کرو تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ میں تو استغفار کی سو بار یا دو سو بار تسبیح پڑھتا ہوں مگر مطلب پوچھو تو کچھ جانتے ہی نہیں۔

استغفار ایک عربی لفظ ہے اس کے معنی ہیں طلب مغفرت کرنا کہ یا الٰہی ہم سے پہلے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان کے بد نتائج سے ہمیں بچا کیونکہ گناہ ایک زہر ہے اور اس کا اثر بھی لازمی ہے اور آئندہ ایسی حفاظت کر کہ گناہ ہم سے سرزد ہی نہ ہوں۔ صرف زبانی تکرار سے مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

توبہ کے معنے ہیں ندامت اور پشیمانی سے ایک بد کام سے رجوع کرنا۔ توبہ کوئی برا کام نہیں ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے والا بندہ خدا کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام بھی تواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں اور افعالِ بد سے نادم ہو کر پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ اس بد کام سے باز رہنے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رجوع کرتا ہے رحمت سے۔ خدا انسان کی توبہ سے بڑھ کر توبہ کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان خدا کی طرف ایک بالشت بھر جاتا ہے تو خدا اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہے۔ اگر انسان چل کر آتا ہے تو خدا تعالیٰ دوڑ کر آتا ہے یعنی اگر انسان خدا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی رحمت، فضل اور مغفرت میں انتہا درجہ کا اس پر فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر خدا سے منہ پھیر کر بیٹھ جاوے تو خدا تعالیٰ کو کیا پروا۔

دیکھو یہ خدا تعالیٰ کے فیضان کے لینے کی راہیں ہیں۔ اب دروازے کھلے ہیں تو سورج کی روشنی برابر اندر آرہی ہے اور ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے۔ لیکن اگر ابھی اس مکان کے تمام دروازے بند کر دیئے جاویں تو ظاہر ہے کہ روشنی آنی موقوف ہو جاوے گی اور بجائے روشنی کے ظلمت آجاوے گی۔ پس اسی طرح سے دل کے دروازے بند کرنے سے تاریکیٔ ذنوب اور جرائم آموجود ہوتی ہے اور اس طرح انسان خدا کی رحمت اور فضل کے فیوض سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ پس چاہیئے کہ توبہ استغفار منتر جنتر کی طرح نہ پڑھو۔ بلکہ ان کے مفہوم اور معانی کو مدنظر رکھ کر تڑپ اور سچی پیاس سے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرو۔ توبہ میں ایک مخفی عہد بھی ہوتا ہے کہ فلاں گناہ میں کرتا تھا۔ اب آئندہ وہ گناہ نہیں کروں گا۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 335-339 ایڈیشن 1984ء)

ساری بندگیوں کا خلاصہ انسان کے گناہ معاف ہونا ہے

سب سے اچھی بات یہ ہے کہ انسان ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ نہ معلوم کہ موت کس وقت انسان کو آپکڑے گی اور پھر اس کے ساتھ توبہ استغفار کرتا رہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہنا اور اس کی رضا کے حصول کی تڑپ دل میں پیدا کرنا اسی میں سب دین اور دنیا آجاتا ہے۔ ساری بندگیوں کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کے گناہ معاف ہوں اور اس سے خدا تعالیٰ خوش ہو جاوے۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 348 ایڈیشن 1984ء)

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے

ذاتی تجربات کی روشنی میں

قسط 67

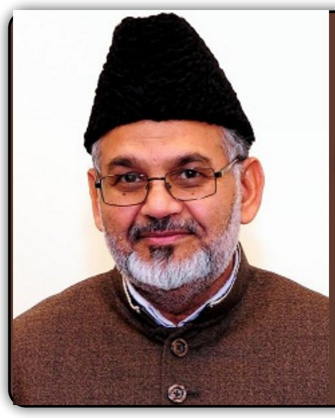

دوسری خبر امریکہ میں شائع ہونے والے ایک اخبار کے صفحہ اول پر یہ خبر تھی کہ علامہ طاہر القادری نے جہاد پر مرزا غلام احمد قادیانی کا مؤقف اپنا لیا۔ (یہ خبر اس سے قبل گزر چکی ہے) حضرت بانی جماعت احمدیہ نے ایک کتاب لکھی ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ جو 22/ مئی 1900ء کو شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں آپ نے حقیقت جہاد اور اس کی فلاسفی بڑی وضاحت کے ساتھ لکھی ہے نیز قرآن و حدیث اور تاریخ سے جہاد کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اوائل اسلام میں مسلمانوں کو بحالت مجبوری جو جنگیں کرنا پڑیں وہ محض وقتی اور مدافعانہ تھیں جس کا مقصد صرف مذہبی آزادی ہی قائم کرنا تھا نہ اسلام سے بڑھ کر صلح و آشتی اور امن و سلامتی کا علمبردار کوئی اور مذہب نہیں اور حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں جہاد کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا مشن ادیان عالم پر دلائل اور براہین کی رو سے اتمام حجت اور اسلام کا غلبہ ثابت کرنا تھا اور مغربی فلسفیوں اور مستشرقین علماء کا سب سے بڑا اعتراض اسلام پر یہ تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور وہ مذہب کے معاملہ میں جبر و اکراہ رکھتا ہے۔

بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ چونکہ مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا تھا اور ادھر اکثر علماء اسلام کا خیال تھا کہ جب مسیح مہدی آئیں گے تو کافروں سے جنگ کریں گے اور پھر بزور شمشیر اسلام کی اشاعت کریں گے۔

چنانچہ عیسائی پادریوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے جب آپ کے دلائل سے شکست کھائی تو اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے یہ آسان صورت اختیار کی کہ گورنمنٹ کو آپ کے خلاف بدظن کر کے آپ کو قید کرا دیں۔ یا تبلیغ اسلام کی آپ پر پابندی کرا دیں۔ اس وجہ سے آپ نے مذکورہ بالا رسالہ ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ لکھا۔

جہاد بالسیف کی سب سے بڑی مناہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے کہ ’’یَضَعُ الْحَرْبَ‘‘ یعنی جب مسیح موعود آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کرے گا۔ خاکسار نے اتنا لکھنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی نظم کے چند اشعار بھی لکھے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اس کے بعد خاکسار نے متعدد اقتباسات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب سے جہاد کی فلاسفی اور یضع الحرب کے بارے میں لکھے ہیں اور اس کے بعد آپ کی جماعت کو نصائح بھی لکھی ہیں۔

پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 17/ جون 2011ء میں صفحہ 13 پر خاکسار کا مضمون بعنوان ’’اسلام سے نہ بھاگو راہ ھدیٰ یہی ہے‘‘ خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔

الانتشار العربی نے اپنی اشاعت 22/ جون 2011ء صفحہ 19 پر حضور انور کے ایک خطبہ جمعہ کا خلاصہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر کے ساتھ اس عنوان سے شائع کیا ہے: ’’نماز، دعا اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا‘‘

اس دوسرے حصہ میں اخبار نے بیان کیا کہ حضور انور نے فرمایا ’’اس وقت بہت سے ایسے لوگ ہیں جو زبان سے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اگر تم غور سے ان کے کرتوتوں اور اعمال کو دیکھو تو تمہیں ان سے الحاد کی بُو آئے گی۔ وہ دنیوی امور میں اس قدر غرق ہیں کہ خدا کو بالکل ہی بھول گئے ہیں بلکہ یہ بات بھی بھول گئے ہیں کہ ایسے لوگوں پر جو خدا سے غافل ہو جائیں، لاپرواہ ہو جائیں ان پر پھر خدا کا غضب بھی نازل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس کی معرفت کے حصول کے لئے دعا سے کام لیا جائے۔ دعا کے لئے انسان کماحقہ اس کا ادراک نہیں پا سکتا۔ خدا تعالیٰ سے قطع کرنے کا مطلب سوائے ہلاکت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان کو اس بات کی فکر رکھنی چاہئے کہ اس کا دل ہر وقت دنیوی افکار و مشاغل میں لگا ہوا ہے یا کچھ دین کی طرف بھی رغبت ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آیا اس کی ساری دعائیں بھی دنیاوی امور ہی کے لئے وقف ہیں یا دین کے لئے بھی ہیں؟ انسان کو ہر دم دعا میں لگا رہنا چاہئے یہ نہیں کہ جب ہموم و غموم آگھیریں تو پھر دعا کی طرف توجہ ہو۔ حضور انور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات کی تفصیل و تشریح بھی فرمائی۔

- وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ: 3)
- مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ (آل عمران: 54)
- اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومن: 52)
- وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف: 197)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کے آخر میں چند دعائیں پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی۔

- اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ
- رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ
- رَبِّ كُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ
- رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِيْنَ

ویسٹ سائڈ سٹوری نیوز پیپر میں 23/ جون 2011ء کی اشاعت 4/1 صفحہ کا ہمارا تبلیغی اشتہار حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تصویر کے ساتھ شائع ہوا۔ اس اشتہار میں بائبل کا حوالہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر آپ حضرت عیسیٰؑ کا انتظار کر رہے ہیں تو وہ آ چکے ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی آمد ثانی رات کے وقت چور کی طرح ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسجد بیت الحمید کا ایڈریس، فون نمبر، مسجد کا فوٹو اور کتب کی فہرست وغیرہ بھی شائع ہوئی ہیں۔

پاکستان ایکسپریس نے اپنی اشاعت 24/ جون 2011ء میں صفحہ 5 پر 3 تصاویر کے ساتھ ہماری ایک خبر اس عنوان سے شائع کی ’’جماعت احمدیہ جنوبی کیلی فورنیا نے یوم خلافت منایا۔‘‘

کیلی فورنیا: (پ۔ر) جنوبی کیلی فورنیا کے جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے احباب اور ان کے اہل و عیال نے گزشتہ ہفتے 103واں یوم خلافت منایا۔ اس موقعے پر مسجد بیت الحمید میں تقریباً 350 مرد و خواتین اور بچے جمع ہوئے۔ نظمیں پڑھیں اور تقاریر کیں۔ افتتاحی تقریر مسجد بیت الحمید کے امام سید شمشاد احمد ناصر نے کی، اس موقعے پر انہوں نے حاضرین کو ایک سال قبل جماعت احمدیہ لاہور پر ہونے والا ایک حملہ یاد دلایا جس میں 80 افراد جو نماز جمعہ ادا کر رہے تھے شہید کر دیے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ’’عقائد میں اختلاف کی بنیاد پر انتہاء پسندوں کی طرف سے ہمیں نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تاہم ہماری جماعت نے نہ پہلے کبھی تشدد کا پرچار کیا اور نہ آئندہ کرے گی۔‘‘

نیویارک عوام نے اپنی اشاعت 24 تا 30/ جون 2011ء میں صفحہ 11 پر خاکسار کے مضمون کی اگلی قسط بعنوان ’’اسلام سے نہ بھاگو راہ ھدیٰ یہی ہے‘‘ خاکسار کی تصویر کے ساتھ شائع کی۔ اس مضمون میں خاکسار نے ’’جہاد‘‘ کے بارے میں اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر کیا ہے۔ جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں جہاد کی 3 اقسام کا پتہ چلتا ہے۔

اوّل جہاد: یہ ہے کہ انسان اپنی اصلاح کرے۔ اپنے نفس کی اصلاح کرنا اور اسے پورے طور پر خدا کا مطیع اور فرمانبردار بنانا اصل جہاد ہے۔ (العنکبوت: 7)

دوسری قسم کا جہاد: انسان قرآنی تعلیمات کو دنیا میں پھیلائے، تبلیغ کرے۔ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۳﴾ یہاں پر تبلیغ قرآن کو بڑا جہاد قرار دیا گیا ہے۔

تیسری قسم کا جہاد: دشمن کے خلاف دفاعی جنگ کی جائے جس کا ذکر سورۃ الحج آیت 40، 41 میں ہے۔ وہ لوگ جن سے بلاوجہ جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے…

حدیث میں ایک شخص کے جنگ پر جانے کی اجازت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ماں باپ کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ تمہارا جہاد یہی ہے۔

جہاد کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر وقت لڑائی پر تلے رہو اور دوسروں کو مارنا، قتل کرنا ہی جہاد ہے۔ یہ جہاد کے بالکل غلط معانی ہیں۔

خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ سے ایک لمبا اقتباس بھی لکھا جس میں آپ نے فرمایا کہ:

اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے؟ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا

بقیہ صفحہ 13 پر

ندیم احمد فرخ

معلمین وقفِ جدید کے لئے مشعلِ راہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے سوانح حیات اور خصائص

قسط دوم

حضرت مصلح موعودؓ نے 9/ جولائی 1957ء کے خطاب میں وقف جدید کی تحریک کے خدو خال کو واضح فرمایا اور نوجوانوں کو وقف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے بطور نمونہ عالم اسلام کی تین بزرگ ہستیوں حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اور حضرت فرید الدین شکر گنجؒ کو رکھا کہ ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے جس کا تعلق باللہ ان لوگوں کے معیار کا ہو ان کے اندر دین اسلام کی محبت اور خدا کی مخلوق سے ہمدردی ان بزرگ ہستیوں جتنی ہو۔

بلا شبہ یہ تینوں ہستیاں انتہائی غیر معمولی تھیں ان ہستیوں میں سے پہلی ہستی تھی حضرت خواجہ معین الدینؒ کی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب البریہ صفحہ نمبر 71 روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 92 میں بزرگان امت کے باخدا لوگوں میں آپ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

مجاہدات عجیب اکسیر ہیں۔ سید عبد القادرؒ نے کیسے کیسے مجاہدات کئے۔ ہندوستان میں جو اکابر گزرے ہیں جیسے معین الدین چشتیؒ اور فرید الدینؒ ان کے حالات پڑھو تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے مجاہدات ان کو کرنے پڑے ہیں۔ مجاہدہ کے بغیر حقیقت کھلتی نہیں۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 242 ایڈیشن 1988ء)

نیز فرمایا:

اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدینؒ اور معین الدینؒ خدا کے اولیاء گزرے ہیں ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 248-249)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

جس طرح یہ جسمانی آسمان دنیا کی خدمت میں لگا ہوا ہے اسی طرح روحانی آسمان دنیا کی روحانی خدمت میں لگا رہے گا اور لوگ اس کی مدد سے بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ خادم حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ نے فرمایا کہ

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمیگویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

یعنی جبرائیل ہر گھڑی معین الدین چشتی کے کان میں بول رہا ہے۔

پس گو میں منہ سے نہیں کہتا مگر واقعہ یہی ہے کہ میں عیسیٰ کا نظیر ہو گیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے تو پادری اور پوپ پیدا کئے جن میں ہزاروں عیوب پائے جاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معین الدین چشتیؒ صاحب جیسے وجود پیدا کئے یعنی خود عیسیٰؑ پیدا کئے۔

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 403)

اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ اپنی کتاب تحفۃ الملوک صفحہ 58-59 ایڈیشن اوّل میں فرماتے ہیں:

جس طرح فقہ کے چار امام ہیں۔ اسی طرح روحانی علوم کے بھی چار امام ہیں ان میں سے ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔

زمانی حالات

چھٹی صدی ہجری کا درمیانی عرصہ اپنے دامن میں طرح طرح کی وحشت و بربریت، جدال و قتال اور سیاسی انتشار کو سمیٹے ہوئے تھا یہ سارا عالم اسلام کے لئے پر آشوب زمانہ تھا۔ مسلمانوں پر ہر طرف مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئیں تھیں ہندوستان میں محمود غزنوی کا اقتدار آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ خراسان و سیستان میں بھی ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی خاندان سلجوقیہ کا آخری تاجدار تھا اور تاتاری فتنہ اس کی حکومت کو خونی دریا میں غرق کر دینے کے لئے بالکل تیار تھا اور پھر حاکم سیستان تاتاریوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور سیستان میں خون کا دریا بہہ نکلا اور شہر خراسان میں ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ دیئے اور اندرونی حالات کی یہ کیفیت تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت فسق و فجور میں مبتلاء تھی۔

نام و نسب اور ولادت

اسی سیستان کے قصبہ سنجر میں ایک نہایت زاہد و عابد شخص سید غیاث الدین حسن کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی یہ تھے حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت خواجہ صاحب کی ولادت کے متعلق دو روایات ہیں اول یہ کہ آپ 530ھ میں پیدا ہوئے، دوسری یہ کہ آپ 14/ رجب 535ھ / 1339ء (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا اولیائے کرام جلد 6 صفحہ 164) ہوئی اور اسی نسبت سے آپ سنجری بھی مشہور ہوئے۔ قدیم جغرافیہ نویس سجستان کو خراسان کا حصہ مانتے ہیں۔ اس وقت اس علاقہ کا کچھ حصہ ایران میں اور کچھ افغانستان میں ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید غیاث الدین حسن اور والدہ کا نام ام الورع عرف ماہ نور بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے والد صاحب ثروت اور خوشحال تھے۔ علم کے زیور اور اخلاق فاضلہ کی دولت سے بھی آراستہ تھے۔ سیر سیاحت کے شوقین تھے اور اکثر نیشاپور، بغداد اور اصفہان وغیرہ کا سفر کیا کرتے تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے حضرت امام حسین بن علیؓ سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسن بن علیؓ سے یعنی آپ حسنی و حسینی سید ہیں۔

حالات زندگی

خواجہ صاحب کی ابتدائی نشوونما خراسان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم نے آپ کی تعلیم کا سلسلہ چھ برس کی عمر میں ہی شروع کروا دیا تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نیشاپور چلے گئے اس دور میں نیشاپور کی درس گاہیں صاحبان علم کے نزدیک بلند مقام رکھتی تھیں۔ آپ نے وہاں پر پانچ سال تحصیل علم کی توفیق پائی اور 1155ء میں یہاں پر غزنویوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور درس گاہیں تباہ کر دیں تو آپ واپس سنجر آ گئے۔

سجستان میں دشمن کے حملوں سے حالات ابتر ہونے کی وجہ سے آپ کے والد آپ کو لے کر خراسان چلے گئے اس وقت آپ کی عمر 12 سال تھی پندرہ یا سولہ سال کی زندگی میں آپ کے والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ اس صدمہ کو آپ نے کمال صبر سے برداشت کیا اور چند ہی دن کے بعد آپ کی بزرگ والدہ کا انتقال ہو گیا آپ کے والد اور والدہ نہایت مہربان اور خدا رسیدہ تھے۔ اس کے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ان دونوں واقعات کے صدمہ کی وجہ سے نہایت خاموش رہنے لگے تھے اور غور و فکر میں منہمک رہنے لگے تھے اور دونوں حادثات کی وجہ سے آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا مگر آپ نے مذہبی اور روحانی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ کی اور آپ خراسان سے ہجرت کے بعد سمرقند اور پھر بخارا چلے گئے۔

واقعات زندگی

آپ کے والد کی وفات آپ کے لئے نہایت اندوہناک واقعہ تھا جس کے بعد تمام تر ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد نے ورثہ میں ایک چکی اور ایک باغ چھوڑا جس کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ تھی ایک بار آپ باغ کی دیکھ بھال میں مشغول تھے اور ایک مجذوب بنام ابراہیم قندوری وہاں سے وارد ہوئے اور آپ نے ان کی تازہ انگوروں سے تواضع کی اور آپ کے اس عمل کو دیکھ کر مجذوب بہت متاثر ہوا اور اس نے خشک روٹی کا ٹکڑا چبا کر بطور تبرک معین الدین کو بھی دیا جس کو کھانے کے کچھ دیر بعد آپ کو نیند آ گئی جب آپ بیدار ہوئے تو وہ مجذوب وہاں سے جا چکا تھا تاہم آپ اطمنان محسوس کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد آپ نے اپنی اور مجذوب کی حالت پر غور کرنا شروع کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک طرف ہماری زندگی ہے کہ رات دن اپنی ذات کی خاطر محنت و مشقت کرتے ہیں۔ ہر آن ایک فکر دامن گیر ہے اور وہ ایک مجذوب کہ نہ اسے کوئی فکر نہ خوف کہ کل کہاں سے کھائیں گے وہ صرف دوسروں کی خاطر زندہ ہے۔ اللہ کی عبادت میں مشغول اور اسی کے آستانہ پر مست پڑا ہے دوسروں کی خدمت کرنا اور انہیں نیکی کا راستہ بتانا اس کا شیوہ ہے اور اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے سب کام بنا رہا ہے اور ضرورتیں پوری کر رہا ہے چنانچہ خواجہ صاحب نے باغ اور باغیچہ فروخت کر دیا اور ایک نئی منزل کی تلاش میں نکل پڑے۔

نیشاپور سے ہوتے ہوئے سمرقند پہنچے وہاں سے بخارا میں مولانا جام الدین بخاریؒ، مولانا شرف الدین شرالاسلام جیسے بزرگوں سے اکتساب علم کے بعد پھر بغداد میں سید نا عبد القادر جیلانیؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ حرمین شریف روانہ ہو گئے وہاں سے ہرون گئے اور ہرون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت کی آپ بیس سال تک متواتر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا سلسلہ حضرت اسحاق شاہ چشتی سے حضرت ابراہیم ادہم تک پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب، علم الکلام، اور منطق وغیرہ سبھی حاصل کئے حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ آپ علمائے دین کی صف میں بھی شامل ہونے لگے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خواجہ عثمان ہارونی کی نیکی اور

پارسائی اور تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر آپ سے عہد بیعت باندھا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی پر بھی آپ کا مرتبہ اور نیکی وطہارت ظاہر ہو گئی اور انہوں نے بھی آپ کو اپنا مرید خاص بنا لیا اور یہ مبارک صحبت بیس بائیس سال قائم رہی خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو اپنی خاص تربیت میں رکھا ان کو قرب حاصل کرنے کے طریق اور برے خیالات سے بچنے اور غیر مسلموں اور مشرکوں میں دعوت الی اللہ کے گر بتائے جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ مرید دنیا میں اصلاح کا کام کرسکتا ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ اب جاؤ دنیا میں توحید کا پرچار کرو۔

آپ نے اپنے پیرومرشد کی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے مختلف علاقوں کے سفر کئے اور صوفیائے وقت سے اور بزرگان امت سے فیض حاصل کرتے ہوئے۔ مکہ، مدینہ، بغداد، بصرہ، ہمدان اور سمرقند جیسے مقامات کے سفر کئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد واپس حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے پاس ملنے جایا کرتے تھے حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے آخری زمانہ میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی مگر صرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو ملاقات کی اجازت تھی۔ اسی دوران جب انہیں یہ احساس ہوا کہ آخری وقت قریب ہے تو روایت کے مطابق خواجہ معین الدین کو بلا کر فرمایا کہ اے معین الدین! میں نے تمہارے حال کو کمال کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ تم اپنی ذمہ داری محسوس کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن شرمندگی ہو۔

اس ارشاد کے بعد خواجہ عثمان ہارونی صاحب نے آپ کو ایک عصاء، ایک خرقہ، نعلین اور ایک مصلّی عنایت فرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یہ بزرگوں کی چیزیں ہیں جو ہم تک پہنچی تھیں۔ ہم انہیں تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اب ان کی حفاظت کرنا تمہارا کام ہے جس مرد خدا کو ان کا اہل سمجھنا اس کے سپرد کر دینا۔

روایات کے مطابق یہ ارشاد فرما کر آپ نے حضرت خواجہ معین الدین صاحب کو گلے لگایا اور فرمایا۔ جاؤ! ہم نے تمہیں خدا کے سپرد کیا۔

برصغیر آمد

روایت ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے ملاقات کے بعد آپ کو مکہ مکرمہ حج کے لئے جانے کی سعادت ملی۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت پر حاضر ہوئے تو پردہ غیب سے آواز سنائی دی کہ

معین الدین! تمہیں ہندوستان کی ولایت دی جاتی ہے۔

(سیرت الاقطاب بحوالہ تصوف روحانی سائنس صفحہ 140)

حج سے واپسی پر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کیا لائے ہو اور کیا حکم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ارشاد ملا ہے کہ ہندوستان کی ولایت دی جاتی ہے۔ اس پر مرشد بہت خوش ہوئے اور مبارکباد عرض کی۔

حضرت خواجہ معین الدین صاحب نے ہرون سے ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں اولیاء کے مزارات پر چلہ کشی کی، غزنی، لاہور، ملتان سے ہوتے ہوئے ہندوستان کا عمومی جائزہ لیا اور لاہور سے دہلی تشریف لے گئے دہلی میں مختصر قیام کے بعد اجمیر چلے گئے۔ ہندوستان پر ان دنوں پرتھوی راج یا راجہ رائے پتھورا کی حکومت تھی آپ نے چند ہی دنوں میں شہرت حاصل کر لی غیر مسلم حکمرانوں کو بغاوت کا اندیشہ ہوا جب تحقیق کروائی تو پتہ چلا کہ لوگ پر امن ہیں اور صرف مذہب کی وجہ سے خواجہ صاحب سے وابستگی ہے تو حکمران مزید کارروائی سے باز رہے۔ شہاب الدین غوری نے جب دہلی فتح کیا تو دہلی سے ہوتا ہوا اجمیر میں آپ کے پاس حاضری دی اور دعا کی درخواست بھی کی۔ آپ ظاہری اور باطنی تعلیم کی تکمیل نیشاپور، سمرقند بخارا، بغداد اور غزنی سے ہوتے ہوئے لاہور وارد ہوئے۔ مزار داتا گنج بخش پر چلہ کشی کی اور لاہور سے ہوتے ہوئے 561ھ / 1165ء کو اجمیر پہنچے اور یہیں کے ہو کر رہے۔

جس زمانہ میں آپ ہندوستان تشریف لائے ہندوستان پر کفر وشرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خدا کی بے شمار مخلوق جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی۔ درخت، پتھر، بندر، بیل، گائے، دریا سب کی پرستش ہو رہی تھی ملک راجاؤں میں بٹا ہوا تھا مندر بدکاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ ذات پات کی تقسیم تھی راجا عوام پر مظالم کرتے اور عوام مظالم کی چکی میں پستی تھی انسانیت کے ساتھ انتہائی تحقیر آمیز سلوک کیا جارہا تھا اس ظلمت کی سیاہ رات میں آپ ہندوستان وارد ہوئے اور اپنے شاگرد قطب الدین بختیار کاکی کو علوم روحانی سے آراستہ کیا اور دہلی میں ٹھہرایا اور خود اجمیر تشریف لے گئے اور پھر ہندوستان میں چھوت چھات، ذات پات، کی تیز کو آپ نے توحید کی طاقت سے پاش پاش کر دیا اور وہ دنیا آپ کے قدموں سے لپٹ کر ایمان کی بھیک مانگنے لگی اور پھر یہ روشنی ساری ہندوستان میں پھیلتی چلی گئی اور آپ کے عملی نمونہ کو دیکھ دیکھ کر لاکھوں ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کی تجدید کا اہم کام آپ نے سرانجام دیا جس کی وجہ سے آپ کا شمار ساتویں صدی کے مجدد کے طور پر ہونے لگا۔

سلسلۂ چشتیہ

سلسلۂ چشتیہ عرف عام میں خواجہ معین اجمیری سے منسوب ہے۔ چشت خراسان کے ایک شہر کا نام ہے۔ پہلے بزرگ جن کے نام کے ساتھ چشتی نسبت ملتی ہے وہ ابو اسحٰق شامی (339ھ/ 940ء) ہیں کہا جاتا ہے کہ چشتی سلسلہ کے حقیقی بانی وہی ہیں۔ برصغیر میں طریقۂ چشتیہ کی اشاعت حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ذریعہ سے ہوئی اسی نسبت سے آپ سلسلۂ چشتیہ کے بانی بھی قرار پائے اور چونکہ آپ بھی چشت کے رہنے والے تھے اسی لئے آپ چشتی بھی مشہور ہوئے اور یہ طریقہ تصوف چشتی مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ کو 12 صدی میں ہندوستان لائے اور انہوں نے اجمیر میں سلسلۂ چشتیہ کا مرکز قائم فرمایا جہاں سے یہ سلسلہ اکناف عالم میں پھیلتا چلا گیا اور مسلمانان برصغیر کی روحانی زندگیوں میں سرچشمہ قوت بن گیا۔ ہندو لوگ اپنے معبدوں میں بھجن گا کر عبادت کرتے تھے خواجہ معین الدین چشتی نے اس مقامی کلچر کو بھی مشرف بااسلام کرنے کی کوشش کی اور لوگوں میں توحید کے نغمے گانے سنانے کا آغاز کیا یعنی قوالی کا آغاز کیا۔

القابات

آپ یوں تو بہت سارے القابات سے جانے جاتے ہیں مگر ان میں سے تین القابات زبان زد عام ہیں چشتی، اجمیری اور غریب نواز آپ کو چشتی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے آباء واجداد میں سے ایک بزرگ ابو اسحاق شامی حسنی خراسان میں حرات کے قریب واقعہ ایک قصبہ چشت میں پیدا ہوئے اس وجہ سے آپ چشتی مشہور ہو گئے اور اجمیری آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے ہندوستان میں آ کر جس جگہ مستقل سکونت اختیار کی اور انوار اسلام پھیلایا وہ جگہ اجمیر کے نام سے مشہور تھی اس لئے آپ کے نام کے ساتھ اجمیری کے لقب کا بھی اضافہ ہو گیا اور آپ کا پورا نام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مشہور ہو گیا۔

غریب نواز آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ خواجہ صاحب بڑے صاحب دل، نہایت دردمند اور لوگوں کے جذبات کو سمجھنے والے اور ان کا خیال رکھنے والے تھے اور انسانیت کے علمبردار تھے ان کے نزدیک مذہب خدمت خلق کا دوسرا نام ہے۔ سب سے اعلیٰ (اطاعت) کی شکل ان کے نزدیک یہ تھی کہ مصیبت زدہ لوگوں کے دکھوں کو دور کیا جائے بے یارومددگار لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے اور بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے یوں آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی آپ کا آستانہ غرباء کا مسکن ہے اور جائے پناہ ہے اس لئے آپ کو غریب نواز یعنی غرباء کو نوازنے والا بھی کہا جاتا ہے۔

طریق دعوت الی اللہ

آپ کا طریق تھا کہ آپ کو جس کو تبلیغ کرنا ہوتی اس کے حالات کا جائزہ لیتے اور اس کی لیاقت اور خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کرتے۔ خدا پر یقین، انسانیت کی خدمت، خدا کی مخلوق کی ہمدردی اس سے محبت، عفو و درگزر کا جذبہ، ظلم و فساد سے گریز جیسے بنیادی اخلاق کی تعلیم دیتے۔ اسلامی تعلیمات میں سے توحید، رسالت، اسلامی اخوت، مساوات وغیرہ سے روشناس کرواتے۔

آپ کے نمونے اور طریق دعوت سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے اور ان ہونے والے مسلمانوں میں سے صوفیا کی ایسی جماعتیں تیار ہوئیں کہ جنہوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کی۔

آپ کی طرف بہت ساری کرامات منسوب کی جاتی ہیں مگر آپ کی سب سے بڑی اور زندہ کرامت یہ ہے کہ آپ نے شرک اور کفر کے گڑھ میں اپنے اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور اسلامی شعار کے عملی نمونہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے توحید کا علم بلند کیا۔

وفات

ایک روایت کے مطابق 6/ رجب 661 ھ میں 97 سال کی عمر میں اور دوسری روایت کے مطابق 633 ھ میں 103 کی عمر میں آپ کی وفات اجمیر میں ہوئی جس حجرہ میں آپ کی وفات ہوئی اسی حجرہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ سلطان محمود خلجی نے روضہ کے قریب ایک مسجد بنائی جو اب صندل خانہ کے نام سے معروف ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو ہندوستان کے علاقہ میں دین اسلام کی اشاعت ومسلمانوں کی تربیت کی غیر معمولی توفیق ملی۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کا بھی احترام کرتے ہیں۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت کے ایک وائسرائے لارڈ کرزن کہا کرتے تھے میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اسی طرح حکومت کر رہے ہیں۔ گویا بنفس نفیس ان کے درمیان موجود ہیں ان میں ایک خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور دوسرے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر۔

(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام جلد 6 صفحہ 166)

کتب اور شاگرد

آپ نے علوم و معارف سے بھر پور چند کتابیں یادگار چھوڑیں۔

انیس الارواح: یہ آپ کے پیر مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو خواجہ صاحب نے جمع کیا اور ترتیب دیا تھا یہ فارسی میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی میسر ہے۔

گنج اسرار: یہ کتاب خواجہ عثمان ہارونی کی ہدایت پر سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تربیت کے لئے خواجہ صاحب نے لکھی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ مخزن الانوار کے نام سے چھپ چکا ہے۔

حدیث المعارف، رسالہ وجودیہ رسالہ در کسب نفس

دلیل العارفین جو کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ملفوظات ہیں اور ان کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے جمع کیا ہے دیوان معینیہ فارسی دیوان حضرت خواجہ صاحب سے منسوب ہے یہ 131 غزلوں پر مشتمل ہے اس کی ایک مشہور رباعی زبان زد عام ہے۔

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین

حسینؓ شاہ اور بادشاہ ہیں آپ دین اور دین کی پناہ ہیں آپ نے سر دے دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا حق یہ ہے کہ توحید باری کی بنیاد حسینؓ ہیں۔

دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حق کہ بنا ئے لا الہ است حسین

آپ نے بہت سے شاگرد پیدا کئے جن کو آپ نے اصلاح خلق اور دعوت الی اللہ کے لئے ہندستان کے کونے کونے میں بھجوایا جنہوں نے ہندوستان کے طول وعرض کو اسلام کے نور سے منور کیا تاہم ان شاگردوں میں مشہور نام حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا ہے جو حضرت خواجہ معین الدین کے ہمعصر بھی تھے اور روحانی اعتبار سے آپ کے شاگرد بھی تھے۔

ایک مرتبہ آپ دہلی تشریف لے گئے چونکہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں مقیم تھے اور دہلی والوں کو آپ سے بے پناہ عقیدت بھی تھی جب ان کو پتہ چلا کہ ہمارے پیر و مرشد کے پیر و مرشد دہلی تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے لمبی لمبی لائینیں بنالیں دہلی میں حضرت فرید الدین گنج شکر بھی موجود تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی سے کچھ تبرکات ملے تھے اور ساتھ پیر ومرشد نے نصیحت کی تھی کہ ان کی حفاظت کرتے رہنا جب ان کا کسی کو اہل جانو تو ان کے سپرد کر دینا چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو ان تبرکات کا اہل سمجھتے ہوئے ان تبرکات کو ان کے سپرد کر دیا۔

سیرت و کردار

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جہاں حب الٰہی میں گرفتار تھے وہیں آپ حب رسول سے بھی سرشار تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو بڑے والہانہ انداز میں کرتے اور اکثر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر رونے لگتے تھے دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپؐ سے شرمندہ ہوگا۔ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا جو آپؐ سے شرمسار ہو گا وہ کہاں جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ یکا یک ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔

(دلیل العارفین مجلس دوم)

آپ رات کو بہت کم سوتے تھے دن رات کلام پاک کی تلاوت کرتے۔ کلام پاک کے احترام کی طرف بہت توجہ دلایا کرتے تھے اور احترام کلام پاک کو عبادت قرار دیا کرتے تھے آپ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ محمود غزنوی کو انہوں نے خواب میں ایک بار دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک قصبہ میں ایک رات مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق میں قرآن کریم کا ایک ورق رکھا ہوا تھا میں نے اس کا دل سے بڑا احترام کیا اور اسی ادب کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

آپ میں عفو وحلم بہت زیادہ تھا ایک مرتبہ ایک بد بخت دشمن کا آلہ کار بن کر آپ کے قتل کے ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ شخص جب قریب آیا تو آپ نے بہت اخلاق اور نرمی سے فرمایا کہ تم جس کام کے لئے آئے ہو وہ شروع کرو یہ سننے کی دیر تھی کہ وہ شخص کانپنے لگا اور اور چھری بغل سے نکال کر پھینک دی اور قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا میں کسی کے بہکاوے میں آ گیا تھا مجھے سخت سے سخت سزا دیں بلکہ مجھے قتل کر دیجئے لیکن آپ نے اسے اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے اگر تم کچھ بدی کرتے تو درویشی کا تقاضا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نیکی کرتا میں نے تمہیں معاف کیا اور پھر اس کے لئے خدا سے دعا کی۔ وہ شخص بہت متاثر ہوا اور ان سے بیعت ہو کر ہمیشہ کے لئے ان کا خدمت گار بن گیا۔ کئی بار حج کی توفیق پائی اور وہیں پر وفات پائی۔

فیاضی وسخاوت کا یہ عالم تھا کہ سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ آپ کے باورچی خانہ میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء و مساکین سیر ہو کر کھاتے تھے آپ کے جس مرید کے سپرد لنگر کا انتظام ہوتا تھا وہ صبح آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ مصلیٰ کا ایک کونہ اٹھاتے اور فرماتے جتنی ضرورت ہے لے لو وہ ضرورت کے مطابق اٹھا لیتا جس سے لنگر کا انتظام چلتا رہتا تھا۔

آپ ہمسایوں کے حقوق کا بھی بہت خیال رکھتے تھے اگر کوئی مرتا تو آپ اس کے جنازہ کے ہمراہ قبرستان جاتے اور تدفین کے بعد تھوڑی دیر وہیں تشریف رکھتے اور اس شخص کے لئے دعا کرتے تھے۔

آپ کا خدا سے تعلق اس قدر پختہ تھا کہ ایک بار ایک جنازہ کے ساتھ گئے آپ کے ساتھ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی تھے جب تمام لوگ لوٹ چکے تو آپ وہیں پر کھڑے رہے اور آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہشاش بشاش ہو گئے اور الحمد للہ فرمایا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے لیکن پھر رحمت نازل ہوئی۔

خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ قبر کا جب بھی ذکر ہوتا تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے تھے۔

لباس بہت معمولی زیب تن فرمایا کرتے تھے روزے رکھتے تھے اور کھانا انتہائی قلیل کھاتے تھے۔

آپ مظلوموں کے حامی و مددگار تھے۔ آپ کے دور میں حکمران طاقت کے نشے میں چور ہوتے تھے اور مظلوموں کی کہیں بھی دادرسی نہ ہوتی تھی مگر آپ کے پاس جب بھی کوئی مظلوم آتا تو آپ اس کی حتی المقدور دادرسی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک کاشتکار نے آپ کو شکایت کی کہ میری فلاں زمین پر حاکم نے قبضہ کر لیا ہے اگر آپ شاہ التمش سے میری سفارش کر دیں تو میری زمین واپس مل سکتی ہے آپ اس کے ہمراہ اجمیر سے دہلی شاہ التمش کے دربار میں گئے اور شاہ التمش کو فرمایا کہ اس کی زمین اس کو واپس دلوائی جائے شاہ التمش نے آپ کی بہت عزت و توقیر کی اور آپ کی سفارش منظور کر لی اس واقعہ سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کے دل میں خدمت خلق کا کس قدر جذبہ تھا۔

اقوال زریں

- جس نے اللہ کو پہچان لیا ہے۔ وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔
- اللہ تعالیٰ خیر مجسم ہے اور اس کی تقدیرات ہمہ خیر۔
- خدا اور انسان کے درمیان ایک ہی حجاب حائل ہے جس کا نام نفس ہے۔
- حرص و ہوا کو ترک کرو۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا اس نے مقصود حاصل کر لیا۔
- جس نے اپنے نفس کو حرص و ہوا سے روکا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔
- اگر تم تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو اپنے پر آسائش کا دروازہ بند کر دو۔
- مال اور مرتبہ دو بڑے بھاری بت ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔
- دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔
- جس نے اللہ سے ڈر کر نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔
- روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔
- جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔
- خود بین خدا بین نہیں ہوسکتا۔
- جس شخص میں تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے اول سمندر جیسی سخاوت دوم آفتاب جیسی شفقت سوم زمین جیسی تواضع۔
- پیشہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ کے ذریعہ سے ہی روزی ملتی ہے تو وہ کافر ہے۔
- مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے درویشی، بیماری اور موت۔
- حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی وظائف و اوراد میں مصروف ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اسے چاہئے کہ اوراد و وظائف کو چھوڑ کر اس کی طرف توجہ کریں اور اپنی طاقت کے مطابق اس کی مدد کرے۔
- افضل ترین زہد موت کو یاد رکھنا ہے۔
- تین اشخاص بہشت کی بو تک نہ پائیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔
- متوکل وہ شخص ہے جو نہ لوگوں سے مدد لیتا ہے اور نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے۔
- آپ اہل طریقت کے لئے دس شرائط جو ضروری قرار دی ہیں۔ طلب حق، طلب مرشد کامل، ادب، رضا، محبت اور ترک

بقیہ صفحہ 16 پر

نبیل احمد اشرف

معمارِ کشمیر

خواجہ غلام نبی گلکار مرحوم

”اگر میں مارا جاؤں یا مرجاؤں تو میری نعش کو بجائے قبرستان کے کسی ایسے چوراہے پر دفن کر دیا جائے جو آزادی ملنے کے بعد مجاہدین آزادیٔ کشمیر کا گزرگاہ ہوتا کہ ان کے گزرنے اور چلنے کی آواز سے میری رُوح کو تسکین ہو۔“

یہ وہ مجاہدانہ وصیت ہے جو خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور نے 1931ء میں جامع مسجد سری نگر میں ہزاروں کے جلسہ عام میں کی تھی۔ خواجہ صاحب ایک مخلص احمدی اور تحریک آزادیٔ کشمیر کے بانی کارکنوں اور قائدین میں شمار ہوتے ہیں اور اس امر میں ہرگز کوئی مبالغہ نہیں کہ عہد نوجوانی سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک آپ خطۂ کشمیر کی آزادی کے لئے سرتاپا مصروفِ جہاد رہے۔

پیدائش، بچپن وحصول تعلیم

خواجہ غلام نبی صاحب گلکار مارچ 1909ء میں سرینگر کشمیر میں خواجہ محمد خضر صاحب گلکار کے گھر پیدا ہوئے۔خواجہ محمد خضر گلکار ایک درویش صفت بزرگ تھے،انہیں فن تعمیر ورثہ میں ملا تھا اور اپنی مہارت اور تجربہ کی بناء پر وہ تعمیرات کا ٹھیکہ لیا کرتے تھے۔ پیشہ معماری کو کشمیر میں گلکاری کہتے ہیں اس لئے گلکار کہلاتے تھے۔

خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کی عمر کوئی بارہ سال تھی کہ آپ کے والدین کا انتقال ہوگیا۔شہر کے ایک دینی مدرسے میں قرآن مجید پڑھنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول اور بعد ازاں سری تاپ ہائی سکول سرینگر میں تعلیم حاصل کی اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد لاہور گئے اور اشاعت اسلام کالج میں قرآن مجید اور حدیث کے درس میں شرکت کی۔ ایس پی کالج سرینگر سے آپ نے ایف اے اس وقت کیا جب آپ اپنے ہم وطنوں کی آزادی اور انسانی حقوق کی بحالی کی جدوجہد میں حصہ لینے کی پاداش میں جیل میں تھے۔ بی اے کا امتحان بھی آپ نے سنٹرل جیل سرینگر سے دیا۔آپ اپنے خاندان میں پہلے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔

قبول احمدیت

جہاں تک آپ کے قبول احمدیت کا تعلق ہے اس بارے میں تاریخ احمدیت میں جو حالات اور واقعات محفوظ ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔”آپ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ایک عیسائی نوجوان احمد شاہ ایم اے نے آہستہ آہستہ عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ دوسرے ساتھی تو عیسائی ہونے پر آمادہ ہو گئے مگر گلکار صاحب اپنے ہجولیوں کو مولوی عبد اللہ صاحب وکیل کے پاس لے گئے اور ان سے پوچھا کہ اسلام اچھا مذہب ہے یا عیسائیت۔ اس روز انہوں نے اپنے درس میں عیسائیت کے خلاف زبردست تقریر کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ”نور القرآن“ نکال کر سنائی جس سے سب بہت متاثر ہوئے اور روزانہ درس میں حاضر ہونے لگے اور ان کی تبلیغ سے وفات مسیح کے قائل ہو کر مدرسہ نصرت الاسلام میں جہاں نویں جماعت کا داخلہ لیا تھا اپنے ہم مکتبوں میں اس مسئلہ پر بحث شروع کر دی اس پر مہتمم مدرسہ نے آپ کو مدرسہ سے خارج کر دیا اور آپ سری پرتاپ ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ دسویں جماعت پاس کی تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مبلغ مولوی عصمت اللہ صاحب کی تحریک پر اشاعت اسلام کالج (احمدیہ بلڈنگز لاہور) میں تعلیم پانے لگے۔

اسی دوران میں آپ کو 1928ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان کی زیارت کا پہلا موقع میسر آیا اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے مکان پر قیام کیا۔ اسی دوران میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک شیشہ ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کھڑے معلوم ہوتے ہیں اور اس کے اندر لکھا ہے کہ ”یہ نور ہے اور آسمان سے یہ نور آیا ہے۔“ اس آسمانی انکشاف پر آپ جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہو گئے اور دسمبر 1931ء میں بیعت کر لی۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 424)

اس بارہ میں گلکار صاحب سے منسوب ایک روایت بھی ہے:

”سرینگر میں احمدیوں اور پادریوں کے درمیان جو بحثیں ہوتی تھیں ان میں احمدی کامیاب رہتے عیسائیوں کے پاس احمدیوں کے سوالات خصوصاً وفات عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معقول جواب نہ ہوتا تھا۔ جب مجھے صداقت احمدیت کا یقین ہوگیا تو میں نے 1931ء میں بیعت کر لی۔

(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ 228)

خلیفہ ثانیؓ سے ملاقات اور منظم اصلاحی کوششوں کا آغاز

باقاعدہ بیعت کرنے سے پہلے 1929ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کشمیر تشریف لے گئے تو گلکار صاحب کو بھی حضور کی مجلس سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ملک و قوم کی خدمت کی چنگاری طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ کے اندر دبی ہوئی تھی حضور کی توجہ سے سلگنے لگی اور انہوں نے 1930ء کے آغاز میں مختلف پبلک مقامات پر جا جا کر اصلاحی تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نصائح کے پیش نظر تعلیم، اتحاد اور معاشرتی رسم و رواج کی اصلاح پر زور دینے لگے۔

(تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 224-225)

اس باہمت نوجوان نے یہ عہد کر لیا کہ ”خواہ کچھ بھی ہو میں نوجوانوں کو منظم کر کے ہی دم لوں گا... پھر ہم سب مل کر مسلم نوجوانوں کو کالجوں میں داخلہ کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں گے تاوقتیکہ قوم اپنی حالت کو بدلنے کے قابل ہو سکے۔“

(کشمیر کی کہانی مصنفہ چوہدری ظہور احمد صفحہ 27)

دوران تعلیم کشمیریوں میں بیداری پیدا کرنے کی کوششیں

ایس پی کالج میں تعلیم کے دوران آپ کی کوششوں سے مسلمانوں کی ایک تنظیم ”آل کشمیر مسلم سوشل اپ لفٹ ایسوسی ایشن“ قائم ہوئی جس کے آپ پہلے صدر بنے۔ اس تنظیم کا سیاسی معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس سے قبل آپ ہندو کشمیری اور مسلم کشمیری کو ملا کر کشمیر سوشل اپ لفٹ کے نام سے انجمن بنانے کی کوشش کر چکے تھے جسے کشمیری پنڈتوں نے مسترد کر دیا اور اپنی الگ ہندو سوشل اپ لفٹ انجمن بنالی۔

آپ نے اس پلیٹ فارم سے کشمیری مسلمانوں میں تعلیم عام کرنے کی غرض سے ایک سو کے لگ بھگ نائٹ سکول کھولے۔ پھر مخیر حضرات سے مل کر دو اڑھائی سو کے لگ بھگ مسلمان لڑکوں کو کالج میں داخل کرایا اور انہیں کتابیں اور فیسیں مہیا کیں۔ ان کے اس اقدام کی وجہ سے مسلمانوں میں تعلیم کے لئے جوش پیدا ہوا جو آگے چل کر ان کی ترقی کا باعث بنا۔

فتح کدل ریڈنگ روم پارٹی

لوگوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کی کوششیں آپ دوران تعلیم ہی شروع کر چکے تھے اور ایس پی کالج سری نگر میں آپ نے ”کشمیر مسلم سوشل اپ لفٹ ایسوسی ایشن“ کے نام سے ایک تنظیم بھی قائم کر رکھی تھی۔ انہی دنوں شیخ عبداللہ علی گڑھ سے ایم ایس سی کر کے وطن واپس آئے اور سٹیٹ ہائی سکول سرینگر میں سائنس ٹیچر مقرر ہوئے۔ اس وقت سے شیخ عبداللہ اور گلکار صاحب نے مل کر کشمیریوں کی آزادی کے لئے کام کرنا شروع کیا۔

سیاسی جماعت بنانے کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے سری نگر کے پڑھے لکھے نوجوانوں کے ساتھ مل کر آپ دونوں نے دارالمطالعہ (فتح کدل ریڈنگ روم) قائم کرنے کا پروگرام بنایا تا کہ نوجوانوں کے مسائل پر مل بیٹھ کر غور وفکر کیا جائے۔ تحریک آزادی کشمیر کے ابتدائی محرکات میں ریڈنگ روم کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس ریڈنگ روم نے کشمیریوں میں آزادی کی رُوح پھونکنے میں اہم کردار ادا کیا اور یہیں سے انقلاب کشمیر کی تحریک اُٹھی اور پوری ریاست جموں کشمیر میں پھیل گئی۔۔ کچھ ہی عرصہ میں اس مناسبت سے فتح کدل ریڈنگ روم پارٹی وجود میں آئی۔ شیخ عبداللہ صاحب اس کے صدر اور خواجہ غلام نبی گلکار جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ مہاراجہ ہری سنگھ کی دورہ یورپ سے کشمیر واپسی پر ریڈنگ روم کے نوجوانوں نے ان کے خوشامدانہ استقبال کی بجائے اپنا نکتہ نظر، حقوق اور مطالبات مہاراجہ کے سامنے پیش کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس مقصد کے پیش نظر ریڈنگ روم نے جامع مسجد سری نگر میں ایک جلسہ عام بلایا۔ حکومتی پابندیوں کے باوجود خواجہ صاحب نے جرات مندی دکھائی اور جامع مسجد سرینگر میں جلسہ عام میں پرجوش تقریر کر کے اپنا نکتہ نظر عوام کے سامنے رکھا۔

معمارِ ملت کا خطاب

اس جلسہ میں شرکت کرنے والے ہزاروں عوام نے اپنے لیڈروں کو ان کی خدمات کی بناء پر مختلف خطابات سے نوازا۔ چنانچہ شیخ عبد اللہ کو ''شیر کشمیر'' اور خواجہ غلام نبی گلکار کو ''معمار ملت'' کا خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد شیخ عبد اللہ پبلک جلسوں میں برملا کہا کرتے تھے کہ خواجہ غلام نبی گلکار شیر دل نوجوان نے تحریک آزادی کشمیر کی بنیاد ڈالی ہے اور ہم نے اسے چلا دیا ہے۔

(معمار آزادیٔ کشمیر مصنفہ قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صفحہ 6)

قید و بند کی صعوبتیں

1931ء میں ہی 13/ جولائی کو سنٹرل جیل سرینگر کے باہر جمع مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع پر ڈوگرہ فوج نے اندھا دھند گولیاں برسائیں جس سے سرکاری اعلامیہ کے مطابق 110افراد جبکہ غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق اس سے کہیں زیادہ افراد شہید ہوئے اس واقعہ کے بعد پورے شہر میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا جس کے دوران ڈوگرہ پولیس فوج اور ہندو بلوائیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور دکانوں کو لوٹا اور مسلمانوں پر شرم ناک مظالم ڈھائے۔ گرفتار ہونے والے کشمیری نوجوانوں میں شیخ عبد اللہ اور خواجہ غلام نبی گلکار بھی شامل تھے، چنانچہ ہتھکڑیاں لگے ان قیدیوں کو جب ''ہری پربت قلعہ'' لے جایا گیا تو انہیں ایک ایک کر کے تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں جانے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے خواجہ گلکار صاحب نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کوٹھڑیوں میں جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور یوں آپ ''قلعہ ہری پربت کے پہلے قیدی'' کہلائے۔ ان قیدیوں کی رہائی کے لئے کشمیر میں مسلسل 19 دن تک احتجاجی ہڑتال رہی جس کی وجہ سے بالآخر حکومت کو کچھ عرصہ بعد قیدیوں کو مجبوراً جیل سے رہا کرنا پڑا۔

جیل میں آپ کو سخت اذیتیں دی گئیں مگر آپ نے باطل کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا اور پہلے سے بڑھ کر منزلِ آزادی کی طرف رواں دواں ہو گئے اور صرف ایک مرتبہ نہیں ڈوگرہ حکومت نے 1931ء سے 1949ء تک گلکار صاحب کو چھ بار قید کیا لیکن آپ نے ہنسی خوشی یہ سب تکالیف برداشت کیں۔

ایک مرتبہ جب انہیں لوہے کی زنجیریں پہنائی جارہی تھیں اس موقع بارے شیخ عبد اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گلکار صاحب نے بڑی جرأت کے ساتھ اپنی ہتھیلیاں پیش کرتے ہوئے کہا لو پہناؤ، ہمارے لئے یہ لوہے کی زنجیریں نہیں بلکہ سونے کے کنگن ہیں۔

(آتش چنار صفحہ 98 از شیخ محمد عبد اللہ صاحب ناشر چوہدری اکیڈمی لاہور اشاعت 1985ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 428)

قید و بند کی صعوبتوں اور انتہائی تنگ دستی کے باوجود آپ کے پایۂ استقلال میں لرزش نہیں آئی، آہنی دیوار کی طرح آپ اپنے نظریات پر ڈٹے رہے، زمانہ کی کوئی گردش، حالات کا کوئی انقلاب آپ کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا اور یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں کے دباؤ اور مالی منفعت کی پیشکشوں کے باوجود آپ نے اپنے ضمیر کی آواز پر کبھی سودے بازی نہیں کی۔

انجمن بہبودیٔ مسلمانان جموں و کشمیر کا قیام

آپ نے اپریل 1943ء میں اپنے ہم خیال دوستوں کی ترغیب و تحریک سے ایک انجمن بنام ''انجمن بہبودیٔ مسلمانان جموں و کشمیر'' قائم کی خواجہ غلام محمد اس کے صدر اور آپ اس انجمن کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

قائد اعظم سے ملاقات

وسط 1944ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کشمیر میں قیام پذیر تھے۔ انہی ایام میں ایسوسی ایشن کا ایک وفد جو خواجہ غلام نبی صاحب گلکار اور خواجہ عبد الغفار صاحب ڈار مدیر ''اصلاح'' سرینگر پر مشتمل تھا 19/ مئی 1944ء کو قائد اعظم سے ان کی رہائش گاہ پر ملا اور سیاست کشمیر پر گفتگو کی۔ خواجہ صاحب کے بیان کے مطابق دوسرے روز چوہدری غلام عباس خان صاحب اور مسلم کانفرنس کے دوسرے کارکنوں نے بتایا کہ قائد اعظم آپ (یعنی گلکار صاحب) کی بہت تعریف کرتے تھے اور ان کی نظر کشمیر کی لیڈرشپ کے لئے آپ پر لگی ہوئی ہے۔

شاہی تحقیقاتی کمیشن میں مسلمانان کشمیر کی نمائندگی

جون 1944ء میں حکومت کشمیر کی طرف سے ایک شاہی تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا تا ریاست کا آئندہ آئین و نظام اس طرز پر ڈھالا جا سکے کہ ریاست کے مختلف فرقے یکساں طور پر زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کر سکیں۔ اس کمیشن میں مسلمانان کشمیر کی نمائندگی کرنے والے چند ممبران میں خواجہ غلام نبی صاحب گلکار جنرل سیکرٹری مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن بھی شامل تھے۔

جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی کی رکنیت

1946ء میں ریاستی اسمبلی کے انتخابات ہوئے جس میں آپ سری نگر سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑے، ڈوگرہ حکمرانوں نے آپ کو ہرانے کے لئے مختلف قسم کے مخالفانہ اور جابرانہ ہتھکنڈے استعمال کئے لیکن آپ ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخاب جیت گئے۔

پہلی آزاد جموں و کشمیر حکومت کا قیام اور اس حکومت کے پہلے صدر

1947ء میں ہندوستان سے جب برطانوی اقتدار اُٹھ گیا اور 14 اگست 1947ء کو ہندوستان اور پاکستان دو الگ الگ مملکتیں قائم ہوگئیں تو قانونِ آزادی ہند کے مطابق ریاست جموں و کشمیر سے بھی ڈوگرہ تسلط ختم ہوگیا اور برطانوی ہند کی تمام ریاستوں کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر بھی آزاد ہوگئی۔ مگر ہری سنگھ نے ریاستی عوام کی مرضی کے خلاف ریاست کا الحاق ہندوستان سے کر دیا۔ اس لئے ریاستی عوام نے جو صدیوں سے جابر حکمرانوں کے تسلط اور جبر و تشدد کے خلاف سینہ سپر تھے، آزادی کے لئے مسلح جنگ شروع کر دی۔ بالآخر ریاست جموں و کشمیر کا جھگڑا اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کر دیا گیا۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتی دلچسپی بلکہ سرپرستی میں 4/ اکتوبر 1947ء کو جمہوریہ آزاد جموں و کشمیر معرض وجود میں آئی۔ اس کا پس منظر سردار گل احمد خان صاحب کوثر سابق چیف پبلسٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر کے الفاظ میں کچھ اس طرح ہے۔

''یکم اکتوبر 1947ء کو جونا گڑھ میں عارضی متوازی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نواب جونا گڑھ کو معزول کیا گیا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے دیکھا کہ یہی وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے تو آپ نے کشمیری لیڈروں اور ورکروں کو بلایا، میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ مفتی اعظم ضیاء الدین صاحب ضیا کو عارضی جمہوریہ کشمیر کا صدر بنانا چاہیے مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد ایک اور نوجوان قادری صاحب کو کہا گیا اس نے بھی انکار کیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کے نام پڑا .... سیلاب کی وجہ سے راولپنڈی اور لاہور کی ریل بند تھی مرزا صاحب نے خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کو اپنے ذاتی ہوائی جہاز میں لاہور سے گوجرانوالہ بھیج دیا۔ 3/ اکتوبر 1947ء کو بمقام پیرس ہوٹل متصل ریلوے پل راولپنڈی کارکنوں کی کئی میٹنگیں ہوئیں۔ آخر مسودہ پاس ہو کر خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کے ہاتھ سے لکھ کر انور ''بانی صدر'' عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کے نام سے ہری سنگھ کی معزولی کا اعلان ہوا۔''

(تاریخ احمدیت راولپنڈی صفحہ 506-507)

اس وقت کے ہنگامی حالات میں سیاسی مصلحت کے پیش نظر خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کا خفیہ نام انور رکھا گیا تھا۔ یہ مسودہ پریس کو برائے اشاعت دے دیا گیا۔ اس فرمان میں اعلان کیا گیا تھا کہ 4/ اکتوبر 1947ء سے مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کو معزول کر دیا گیا ہے اور عارضی جمہوریہ کشمیر ہیڈ کوارٹر بمقام مظفر آباد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ نئی حکومت کے قیام کے اعلان کو پاکستان اور دنیا کے دیگر اخبارات میں نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔ اس اعلان کو ریڈیو پاکستان نے بھی نشر کیا۔ کشمیری عوام نے 4/ اکتوبر والی حکومت کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا۔ انقلابی حکومت میں خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کو بانی صدر جمہوریہ اور سردار محمد ابراہیم خان کو وزیر اعظم، سید وزیر حسین شاہ کو وزیر مالیات، مولوی غلام حیدر جنڈالوی کو وزیر دفاع اور گل احمد خان کوثر کو چیف پبلسٹی آفیسر مقرر کیا گیا تھا اور یہ فیصلہ بھی کیا گیا تھا کہ خواجہ انور صاحب کو فوراً سرینگر روانہ کر دیا جائے اور انہیں مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ جنہیں مناسب دیکھیں انڈر گراؤنڈ گورنمنٹ میں وزیر یا عہدیدار بنا لیں۔

حکومت آزاد کشمیر کے پہلے صدر کی گرفتاری

17/ اکتوبر 1947ء تک گویا 15 ایام میں انڈر گراؤنڈ کیبنٹ کے ارکان کی تقرری کی گئی اس دوران ہری سنگھ کی گرفتاری کی سکیم پر عملدرآمد کے طریق پر غور کیا گیا اور سکیم کے بہت سے مراحل کامیابی سے طے پا گئے۔ آزاد حکومت تشکیل دینے کے بعد یہ عظیم مجاہد آزادی مقبوضہ کشمیر میں سرینگر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں پر ان کو بھارتی حکمرانوں نے 14 دسمبر 1947ء کو گرفتار کر لیا اور انہیں جیل بھیج دیا۔ تاہم ڈوگرہ حکمرانوں کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ یہ گرفتار ہونے والا شخص آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر کا بانی صدر ہے۔ جب خواجہ غلام نبی صاحب گلکار مظفر آباد سے اندرون کشمیر چلے گئے تو اس کے بعد زمامِ حکومت سردار محمد ابراہیم کے ہاتھ میں آ گئی۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 660)

خواجہ غلام نبی صاحب گلکار رہا ہو کر پاکستان آئے تو آپ نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے خود مختار کشمیر کا نظریہ پیش کیا۔ آپ نے اس نظریے کو بلا خوف و خطر اور وقتی مصلحتوں سے آزاد ہو کر نہایت جرات سے پیش کیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ ریاست کے ہر فرد بشر کو یہ حق ہے کہ وہ جو رائے اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق دینا چاہے دے سکتا ہے کوئی شخص اسے اس آزادانہ اظہار رائے سے روکنے کا حق نہیں رکھتا۔

ہفت روزہ رسالہ ہمارا کشمیر کا اجرا اور آزاد کشمیر ری پبلکن پارٹی کا قیام

1952ء میں آپ نے ہفت روزہ اخبار ''ہمارا کشمیر'' کا اجراء کیا

جس میں کشمیر کی وحدت اور آزادی کی حمایت میں بڑے جاندار مضامین لکھے جاتے۔ کشمیر میں جب مسلم کانفرنس باہم اختلاف کا شکار ہونے لگی تو گلکار صاحب نے 1956ء کے اوائل میں آزاد کشمیر ری پبلکن پارٹی کے نام سے نئی جماعت کی بنیاد ڈالی اور خطہ کشمیر کی آزادی کے لئے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔

3/ جولائی 1959ء کو حکومت پاکستان نے آپ کو پاکستان سیکیورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا۔ 6 ماہ 14 دن بعد آپ کی رہائی عمل میں آئی۔ 1963ء میں چند باشعور کشمیریوں نے ’’Kashmir Independence Committee‘‘ کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کی۔ اس جماعت کے قیام میں بھی خواجہ غلام نبی صاحب گلکار نے بنیادی کردار ادا کیا۔۔ 1965ء میں جب سیالکوٹ کے مقام پر متحدہ کشمیری محاذ کا پہلا اجلاس ہوا تو آپ کو محاذ کا نائب صدر مقرر کیا گیا۔

آپ کشمیر کو مکمل طور پر آزاد اور خود مختار دیکھنا چاہتے تھے اس مقصد کی خاطر آپ ساری زندگی مصروف عمل رہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ زندگی کے آخری سانس تک انتہائی نامساعد حالات کے باوجود کشمیریوں کی آزادی کے نصب العین پر ڈٹے رہے اور یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں کے دباؤ اور مالی منفعتوں کی پیشکشوں کے باوجود اپنے ضمیر کی آواز پر آپ نے کبھی سودے بازی نہیں کی۔ آپ ستی شہرت، نام ونمود سے کوسوں دور رہ کر صبر واستقامت سے سچے اور بے لوث مجاہدوں کی طرح جدوجہدِ آزادی میں رواں دواں اور قومی خدمات میں ہر وقت کوشاں رہے۔

مفتی ضیاء الدین صاحب ضیا جو اردو اور فارسی کے نامور شاعر اور جدوجہد آزادی کشمیر کے رہنما تھے نے گلکار صاحب کی شان میں فارسی میں نظم لکھی۔ جس میں آپ کو ’’فخر ملک کشمیر‘‘ قرار دیا۔
(معمار آزادیٔ کشمیر مصنفہ قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صفحہ 73)

دیگر خدمات

خواجہ غلام نبی گلکار صاحب نہ صرف کہ ایک سیاسی رہنما تھے بلکہ مزدور پیشہ عوام کے ساتھی بھی تھے۔ آپ کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ آپ ہی نے کشمیر میں سب سے پہلے مزدوروں اور تاجروں کے حقوق کی تنظیموں کے قیام کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح لیبر یونین اور ریاستی باشندوں کے حقوق کی محافظ کمیٹی State Subject Rights Protection Committee کے وائس پریزیڈنٹ بھی رہے۔

خواجہ غلام نبی گلکار صاحب کو پاکستان سے بے حد محبت تھی۔ 1947ء میں جب صوبہ سرحد میں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ریفرنڈم کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو آپ صوبہ سرحد میں کشمیر سے پاکستان کا پرچار کرنے کے لئے گئے اور اس بات پر زور دیا کہ اہل سرحد کو پاکستان سے الحاق کرنا چاہیئے اور اس طرح پاکستان کی خدمات انجام دے کر ثابت کیا کہ کشمیریوں کو پاکستان سے کس قدر محبت ہے۔
(معمار آزادیٔ کشمیر مصنفہ قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صفحہ 33)

جماعتی خدمات

آپ 1935ء سے 1941ء تک جماعت احمدیہ سرینگر کے پریذیڈنٹ کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ پھر 1941ء تا 1943ء جماعت احمدیہ سرینگر کے جنرل سیکرٹری وسیکرٹری امور عامہ وخارجہ کے طور پر خدمت کی سعادت پائی۔ خواجہ گلکار صاحب کو ابتداء ہی سے احمدیت اور اس کی اشاعت واستحکام سے گہری دلچسپی رہی۔ سیکرٹری امور خارجہ کی حیثیت سے آپ کو مہاراجہ ہری سنگھ والیٔ کشمیر کو احمدیہ البم اور ٹیچنگز آف اسلام ارسال کر کے پیغامِ حق پہنچانے کی توفیق بھی ملی۔
(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ 108)

فتح کدل میں خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کا بہت بڑا گھر تھا۔ اُس کی وسیع وعریض چھت خواجہ صاحب نے نمازوں کی ادائیگی، نیز جماعتی اور انفرادی تقریبات کے لئے وقف کر رکھی تھی کہ کوئی بھی کوئی پروگرام کرنا چاہتا تو وہاں کر سکتا تھا۔ 20/ اگست 1949ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وصیت کر کے آسمانی نظامِ وصیت سے بھی وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمادی۔ آپ کا وصیت نمبر 12465 تھا۔

25/ جولائی 1931ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی تو خواجہ غلام نبی گلکار صاحب نے اس کے پروگرام کو اندرون ریاست کامیاب بنانے میں شاندار خدمات انجام دیں۔ ڈوگرہ حکومت کے ظلم و استبداد کے خلاف آواز بلند کی اور پہلے سیاسی قیدی ہونے کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔ آپ نے اپنی زندگی سلسلہ کے لئے وقف کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے توفیق پائی اور جماعتی ہدایات کے مطابق خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ اہل کشمیر کے بنی اسرائیل ہونے کی تحقیق کے سلسلے میں بھی آپ نے قابل قدر کام کیا۔

گلکار صاحب کو خلافت سے گہری عقیدت تھی اور اسی بناء پر حضرت مصلح موعودؓ اور اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے نہایت قریبی تعلق تھا۔ خلافت ثانیہ اور اس کے بعد خلافت ثالثہ میں اپنی وفات تک جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کے اعزازی ممبر کی حیثیت سے خصوصی دعوت نامہ پر آپ ہر سال مجلس شوریٰ میں شرکت فرماتے رہے۔
(تاریخ احمدیت ضلع راولپنڈی صفحہ 509)

پاکستان آمد اور راولپنڈی میں قیام

مقبوضہ کشمیر میں گرفتاری کے کافی عرصہ کے بعد 15/ جنوری 1949ء کو آپ پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کے درمیان قیدیوں کے باہمی تبادلہ کے سلسلہ میں گورنر گلگت بریگیڈیئر گھنسارا سنگھ (پاکستان کے قیدی) کے تبادلہ میں پاکستان آئے۔ لاہور پہنچنے پر آپ کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر مفتی ضیاء الدین صاحب نے فارسی زبان میں ایک استقبالیہ نظم پڑھی جو روزنامہ غازی لاہور 5/ مئی 1949ء میں شائع ہوئی۔ جس کے پہلے چند اشعار درج ذیل ہیں:

تعالےٰ شانہ غمخوار آمد
بپے ملت علمبردار آمد

حضرت میر داؤد احمد صاحب، حضرت مرزا منصور احمد صاحب اور خواجہ غلام نبی صاحب گلکار

بگفتا اہل خطہ فخر کشمیر
نکو سیرت نکو کردار آمد
زقید و بند کایں فرزند اسلام
بحمد اللہ کنوں گلکار آمد
بلاشک بانیٔ تحریک کشمیر
زبہر قوم خود دلدار آمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہو۔ ملت کی آزادی کا علمبردار اور غم خوار آگیا (یعنی رہا ہوا)، اہل خطہ آپ کو فخر کشمیر کہتے اور نیک سیرت و نیک کردار مانتے ہیں۔ یہ فرزند اسلام جو قید و بند سے رہا ہو کر آیا اللہ کی حمد ہو یہ گلکار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ تحریک کشمیر کے بانی اور اپنی قوم کے دلدار ہیں۔
(معمار آزادیٔ کشمیر مصنفہ محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری صفحہ 34-35)

راولپنڈی آکر آپ محلہ موہن پورہ کے ایک مکان میں رہائش پذیر ہوگئے۔ کئی سال پہلے زیب النساء صاحبہ سے آپ کی شادی ہو چکی تھی لیکن اولاد کوئی نہ تھی۔ اس لئے خواجہ غلام نبی گلکار صاحب نے اپنی بہن فاطمہ صاحبہ کی بیٹی مریم صدیقہ کو بیٹی اور بھائی خواجہ محمد مقبول صاحب کے بیٹے ارشاد احمد کو بیٹا بنا کر اُن کی پرورش شروع کر دی تھی۔ خواجہ صاحب کے راولپنڈی منتقل ہو جانے کے وقت بیگم اور بچے کشمیر میں ہی تھے اور اُنہیں پاکستان سفر کر کے کسی طرح آنا تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد آپ کے بڑے بھائی خواجہ غلام احمد صاحب نے ان سب کو پاکستان لانے کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ یہ سب خیر خیریت سے پاکستان آ تو گئے لیکن بھائی خواجہ غلام احمد صاحب پر واپس سری نگر جانے کے راستے بند ہو گئے۔ اس طرح وہ اپنے بھائی خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کی وفات تک اُن کے ساتھ راولپنڈی ہی میں مقیم رہے۔

عادات وخصائل ونیک سیرت

خاکسار کی خالہ فرحانہ احمد صاحبہ اہلیہ ملک رفیع احمد صاحب کے مطابق خواجہ غلام نبی صاحب گلکار بہت سادگی پسند تھے اور حد درجہ مہمان نواز۔ آپ کی بیٹھک میں اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی مہمان آیا ہوتا تھا۔ سردیوں کے موسم میں اکثر آپ لوئی لے کر تخت پوش پر بیٹھے ہوتے، لوئی کے اندر کشمیری کانگڑی رکھی ہوتی۔ کوئی عزیز ملنے آتے تو ان کا نہایت والہانہ استقبال کرتے، ہم چھوٹے بچے سردیوں میں آپ سے ملنے آتے تو ہمارے گرد بھی لوئی پھیلا کر کانگڑی سے گرمائش پہنچایا کرتے۔ آپ کا خلیفہ وقت اور جماعت کے بزرگوں کے ساتھ تعلق بھی بہت گہرا تھا۔ اپنی اہلیہ اور دیگر افراد خانہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ تانگے پر بٹھا کر نماز جمعہ اور دیگر جماعتی پروگراموں میں شرکت کے لئے لے جایا کرتے۔

آپ بتاتی ہیں کہ معمار کشمیر خواجہ غلام نبی گلکار صاحب جنہیں ہم سب ٹاٹھا جی کہتے تھے میری امی کے حقیقی ماموں تھے۔ امی کے بچپن ہی میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا تو وہ اپنی والدہ اور بہن بھائی کے ساتھ اپنے ننھیال ہی میں رہائش پذیر رہیں۔ سب ایک ساتھ ایک بڑی حویلی میں رہتے تھے اور ٹاٹھا جی سب کا خیال رکھا کرتے۔ ٹاٹھا جی نے امی کے اندر علم حاصل کرنے کی جستجو کو بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا وہ امی کی اس سلسلہ میں ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے اور ان کو علمی مجالس میں بھی اپنے ساتھ رکھتے۔ کشمیر سے پاکستان ہجرت کے بعد ٹاٹھا جی کی علم دوستی اور Support کا ہی نتیجہ تھا کہ امی نے خدا کے فضل سے دو مضامین میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی اور

پھر CB کالج راولپنڈی میں پہلے بطور لیکچرر اور پھر پرنسپل کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔شادی کے بعد اپنی بیگم یعنی ٹاٹھی امی کو بھی پرائیوٹ ٹیوٹر سے تعلیم دلوائی اور پھر خدا کے فضل سے 1940ء میں بیعت کروا کر حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل کیا۔آپ بعد ازاں نظام وصیت میں بھی شامل ہوئیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ ٹاٹھا جی کو میں نے اس عمر میں دیکھا جب ان کے علمی، سیاسی، سماجی پہلو کا مجھے ادراک نہ تھا میرے لئے وہ ہمیشہ ہمارے بہت ہی شفیق پیارے، پیار کرنے والے ٹاٹھا جی تھے۔جنہیں میں نے اونچی آواز یا غصہ یا دبدبہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ ہوتی اور وہ نہایت گرم جوشی سے ہمیں گلے ملتے اور پیار کرتے۔

ان کے کمرے میں ایک تخت پوش اور کتابوں کی الماری ہوا کرتی۔وہ تخت پوش پر بیٹھے مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ان کے پاس کئی نایاب کتابیں موجود تھیں۔قریب ہی میز پر ایک ریڈیو رکھا ہوتا تھا جس پر ٹاٹھا جی بہت انہماک سے خبریں سنا کرتے تھے۔آزاد کشمیر کا قومی ترانہ جب نشر ہوتا تو ٹاٹھا جی کا چہرہ کھل اٹھتا اور وہ ہمیں بھی سناتے تھے۔اُن سے بچپن میں جو کہانی اکثر سنتی تھی وہ ''دانا کوا'' کی تھی جو جسمانی طور پر کمزور ہونے کے باوجود اپنی دانائی سے اپنے طاقتور دشمن سانپ سے کیسے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔

ٹاٹھا جی نے کشمیر کی آزادی کی جدو جہد میں کئی بار بہت تکلیف دہ قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔جس سے ان کی صحت پر بہت مضر اثر ہوا، وہ دل کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور صحت بہت کمزور ہو گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جب بھی مری، راولپنڈی یا ایبٹ آباد تشریف لاتے تو ٹاٹھا جی ملاقات کے لئے ضرور حاضر ہوتے۔ایسے ہی ایک موقعے پر حضور نے ٹاٹھی امی کو فرمایا ''آپ نے ہمارے شیر کو کیا کر دیا ہے؟'' ٹاٹھی امی کے ساتھ ان کا نہایت شفقت اور محبت کا رویہ تھا۔ ٹاٹھی امی بھی ان کے آرام اور صحت کا خیال رکھنے میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔سردیوں میں مجھے یاد ہے کہ جب ٹاٹھا جی چھت پر دھوپ کے لئے بیٹھتے اور انہیں نیچے سے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو انہوں نے اپنے پاس ایک ٹوکری کو رسی سے باندھ کر رکھا ہوا تھا جو نیچے لٹکا دی جاتی اور نیچے سے ٹاٹھی امی وہ مطلوبہ چیز اس ٹوکری میں رکھ دیتیں اور ٹاٹھا جی اس کو اوپر سے کھینچ لیتے۔ اپنے تخت پوش پر سردیوں میں بیٹھ کر جب مطالعہ میں مصروف ہوتے تو گرم لوئی اور ساتھ ہی کانگڑی کا استعمال کرتے تھے جس میں ہم بھی بہت ذوق و شوق کے ساتھ ٹاٹھا جی کے ساتھ بیٹھتے تھے۔میرے والد بشیر الدین احمد خاکی صاحب کے ساتھ سیاسی گفتگو کا دلچسپ سلسلہ دیر تک جاری رہتا تھا۔

مہمان نوازی ان کی بہت نمایاں صفت تھی۔ ٹاٹھی امی کے باورچی خانے سے کشمیری کھانوں اور قہوے کی خوشبو آتی رہتی تھی جو کہ بیٹھک میں بیٹھے مہمانوں کے لئے ہر وقت تیار ہوتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ ایک مہمان تشریف لائے، ٹاٹھا جی اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔لہذا وہ مہمان دروازے پر ہی سے ٹاٹھی امی کو پیغام دے کر رخصت ہو گئے۔ ٹاٹھا جی جلدی سے نماز مکمل کر کے ان کے پیچھے دوڑے اور اُنہیں پیچھے کرتے سے پکڑ کر روکا کہ کھانا کھائے بغیر نہیں جانا۔ روکتے روکتے ان کی قمیض ایک جگہ سے پھٹ گئی۔آپ کے قریبی لوگ اس پر ازراہِ مذاق کہا کرتے کہ مہمان کی قمیض پھٹ جائے مگر ٹاٹھا جی کھانا کھلائے بغیر کسی مہمان کو نہیں جانے دیں گے۔

خاکسار کی والدہ فرزانہ احمد صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب بیان کرتی ہیں کہ ہمارے نانا (خواجہ غلام نبی صاحب گلکار) کو گھر کے سب افراد ''ٹاٹھا جی'' کہا کرتے تھے۔جس کا مطلب ہے پیارے ابا۔ وہ ہم بچوں سے بہت پیار کرتے۔ جب ہم ان کو ملنے جاتے تو اپنی بانہیں کھول کر ہمارا استقبال کرتے، گود میں اٹھاتے اور پیار کرتے۔ ٹاٹھا جی ہمیشہ سب بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف بہت زور دیا کرتے تھے۔ ہم بچوں کو دیکھ کر اکثر یہ کہا کرتے کہ میرا بیٹا سائنسدان بنے گا۔ ہمیں بچپن میں تحائف کے طور پر اکثر عمر کے لحاظ سے کتابیں ہی انعام میں دیا کرتے۔ ٹاٹھا جی کی حوصلہ افزائی اور خصوصی سرپرستی ہی سے ہماری امی محترمہ صدیقہ بشیر صاحبہ نے الحمدللہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے FG College For Women کشمیر روڈ راولپنڈی کینٹ میں 33 سال ملازمت کی جس میں 11 سال پرنسپل کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

ٹاٹھا جی کے بائیں بازو پر قید و بند میں رہنے کا ایک نشان تھا۔ جو دراصل ایک نمبر تھا جو ان کے جسم پر نقش کر دیا گیا تھا اور Prisoner of War کی نشانی تھا۔

بچپن میں ہم بھی ٹاٹھا جی، ٹاٹھی امی کے گھر جاتے تو وہاں کوئی نہ کوئی کشمیری مہمان آئے ہوتے۔ جو بھی مرد ہوتے ہم انہیں ماموں اور اگر کوئی خاتون ہوتیں تو انہیں خالہ کہتے۔ یہ بہت بعد میں جا کر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ہمارے حقیقی ماموں یا خالہ نہیں تھے بلکہ ٹاٹھا جی انہیں بھی اپنے رشتہ داروں کی طرح خیال کرتے تھے اور ہمیں بھی یہی بات سکھاتے تھے۔ جموں وکشمیر سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والے جن کی فیملیز ساتھ نہیں آسکیں تھیں یا جو بچے تھے، اُن سب کے بزرگ ٹاٹھا جی ہوا کرتے تھے۔ ان کی پڑھائی، ملازمت، شادی سب کا خیال ٹاٹھا جی رکھا کرتے اور ان کے دیگر کاموں میں بھی پیش پیش ہوا کرتے۔ ایسے اکیلے بچوں کی شادی کے لئے بری یا جہیز تیار کرنے کی ذمہ داری ٹاٹھی امی اٹھایا کرتیں۔

ہمارے ارشاد ماموں کی شادی بھی کچھ اسی طرح ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک کشمیری نوجوان کی درخواست پر اس کے رشتے اور پھر شادی کا تمام انتظام ٹاٹھا جی نے کروایا۔ ٹاٹھی امی نے نوجوان کے کہنے پر بری وغیرہ بھی تیار کر لی۔لیکن شادی سے چند روز پہلے اس نوجوان نے اس رشتہ سے انکار کر دیا اور کہا کہ زیور اور بری وغیرہ بھی مجھے واپس کر دیں۔ ٹاٹھا جی بہت پریشان ہوئے، پہلے تو اُس نوجوان کو سمجھایا لیکن وہ کسی طرح نہ مانا، تو ٹاٹھا جی نے ارشاد ماموں (جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی) سے کہا کہ دیکھو اتنی جلدی میں کسی اور سے تو کہہ نہیں سکتا تم ہی میرے بیٹے ہو یہاں شادی کے لئے رضامند ہو؟ ارشاد ماموں ذہنی طور پر اس کے لئے بالکل تیار نہ تھے لیکن جلد ہی انہوں نے اپنی رضامندی دے دی تو ٹاٹھی امی نے انتہائی مختصر وقت میں چیزیں جمع کر کے بری تیار کی اور اگلے روز ٹاٹھا جی انہیں لے کر مظفر آباد پہنچے اور لڑکی والوں سے کہا کہ پہلے جس جگہ رشتے کی بات ہوئی تھی، اُس لڑکے نے تو انکار کر دیا ہے، یہ میرا بیٹا ہے آپ چاہیں تو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر دیں۔ وہ کہنے لگے کہ اگر آپ کا بیٹا ہے تو ہمیں اور کیا چاہیئے۔ اس طرح ارشاد ماموں کی شادی انجام پائی اور دونوں کی ازدواجی زندگی نہایت کامیاب رہی۔جن سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

خواجہ ارشاد احمد صاحب کے بڑے بیٹے خواجہ سلطان احمد صاحب نے ٹاٹھا جی کی ہمدردئ خلق کے بارے میں بتایا کہ اُن کا دل دوسروں کی ہمدردی سے لبریز رہتا تھا۔ راولپنڈی میں ان کے گھر میں پانی کا ایک کنواں بھی تھا۔ یہ غالباً 1971ء کی بات ہے کہ اردگرد کے سب کنوئیں خشک ہو گئے جبکہ اس کنوئیں میں پانی مسلسل موجود تھا۔ ٹاٹھا جی کو جونہی لوگوں کی اس مشکل کا علم ہوا تو آپ نے پانی لینے کی خاطر لوگوں کے لئے اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے اور پھر یوں ہوتا کہ صبح فجر کے وقت وہ گھر کا دروازہ کھولتے تو رات گئے تک دروازہ کھلا رہتا اور سارا دن ضرورت مند لوگ جو قریباً سبھی غیر احمدی تھے پانی بھرتے رہتے اور کوئی چند دن نہیں بلکہ مہینوں ایسے ہی سلسلہ چلتا رہا۔ایک مرتبہ ایک غیر از جماعت عورت پانی بھرنے آئی لیکن اُسے جب علم ہوا کہ یہ قادیانی کا گھر ہے تو وہ پانی لئے بغیر واپس چلی گئی۔نزدیک تو کہیں پانی تھا ہی نہیں لیکن جب دُور والے کچھ لوگوں سے بھی اُسے پانی نہ مل سکا تو پھر اُس نے بھی ہمارے گھر سے ہی پانی لینا شروع کر دیا۔

آپ جہاں ایک سیاسی رہنما تھے وہاں اردو، انگریزی اور کشمیری زبانوں کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ آپ اعلیٰ پائے کے خطیب و ادیب تھے۔تحقیقی مضامین سے خاص شغف تھا، کشمیری زبان کی تاریخ پر پُرمغز مقالات تحریر کئے جو شائع ہو چکے ہیں۔انگریزی زبان میں بھی آپ کے مضامین Review of Religions میں شائع ہوتے رہے۔

ساری زندگی آپ اپنی امانت، دیانت،خلوص، قومی جذبہ، خیرخواہی، ہمدردی، جرأت، بہادری، قربانی، تدبر، ذہانت، تجربہ، ایثار، صاف گوئی، بے غرضی، بلند خیال، بیدار مغزی، بے تعصبی اور اولوالعزمی کے اوصاف کی وجہ سے عوام میں مشہور اور ہردلعزیز رہے۔

مفتی ضیاء الدین مرحوم (مفتی اعظم کشمیر) نے اپنی فارسی کتاب تاریخ حریت کشمیر میں خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور کے بارے میں متعدد اشعار لکھے ہیں، اُن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

غلام نبی حسن غمخوار ہست
بآزادئ ملک دلدار ہست
نخستیں کہ از رہنمایانِ ملک
ہمیں کس کہ مردے خوش آثار ہست
بسے شہرہ آفاق در کاشمیر
ہمہ گفت گلکار معمار ہست
کزیں سنگ بنیاد نیکو فتاد
زہر کس دریں باب اقرار ہست

ترجمہ: غلام نبی اچھا غمخوار انسان ہے اور ملک کی آزادی کا دلدار ہے۔ ملک کے رہنماؤں میں سے اس وقت یہی شخص ہے جو اچھے آثار کا مالک ہے۔ کشمیر میں چاروں طرف اس کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔عوام نے اس کو ''معمارِ ملت'' کا خطاب دیا ہے۔ اسی نیک شخص سے (تحریک کشمیر کا) بنیادی پتھر رکھا گیا۔ ہر ایک کو اس معاملہ میں اقرار ہے۔

(معمارِ آزادئ کشمیر مصنفہ محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری صفحہ 74-75)

وفات و تدفین

17/ جولائی 1973ء کو راولپنڈی میں تحریک آزادئ کشمیر کے اس مردِ مجاہد نے وفات پائی۔موصی ہونے کی وجہ سے آپ کی میت ربوہ لائی گئی جہاں 18/ جولائی کو نماز ظہر کے بعد آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری نے پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احبابِ جماعت نے شمولیت فرمائی۔ پھر تدفین بہشتی مقبرہ میں

بقیہ صفحہ 13 پر

ثمرہ خالد۔ جرمنی

ناصرات کارنر

شفقت و دلداری

پیاری ناصرات! حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ آپ نے بچپن سے ہی مجھ پر بے حد شفقت فرمائی۔۔۔۔

میں چھوٹی تھی تو رات کو اکثر ڈر کر آپ علیہ السلام کے بستر میں جا گھستی۔ جب ذرا بڑی ہونے لگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’جب بچے بڑے ہونے لگتے ہیں (اس وقت میری عمر کوئی پانچ سال کی تھی) تو پھر بستر میں اس طرح نہیں آ گھسا کرتے۔ میں تو اکثر جاگتا رہتا ہوں، تم چاہے سو دفعہ مجھے آواز دو میں جواب دوں گا اور پھر تم نہیں ڈرو گی۔ اپنے بستر سے ہی مجھے پکار لیا کرو۔‘‘

پھر میں نے بستر پر کود کر آپ علیہ السلام کو تنگ کرنا چھوڑ دیا۔ جب ڈر لگتا، پکار لیتی، آپ علیہ السلام فوراً جواب دیتے۔ پھر خوف اور ڈر لگنا ہی ہٹ گیا۔ میرا پلنگ آپ علیہ السلام کے پلنگ کے پاس ہی ہمیشہ رہا۔ بجز چند دنوں کے جب مجھے کھانسی ہوئی تو حضرت اماں جان بہلا پھسلا کر ذرا دور بستر بچھا دیتی تھیں کہ ’’تمہارے ابّا کو تکلیف ہوگی۔‘‘ مگر آپ علیہ السلام خود اٹھ کر سوتی ہوئی کا میرا سر اٹھا کر ہمیشہ کھانسی کی دوا مجھے پلاتے تھے۔ آخری شب بھی جس روز آپ علیہ السلام کا وصال ہوا میرا بستر آپ کے قریب بالکل قریب ہی تھا کہ بس ایک آدمی ذرا گزر سکے اتنا فاصلہ ضرور ہوتا۔

ایک بار میرے چھوٹے بھائی صاحب حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے، وہ بھی آخر بچہ ہی تھے، اصرار کیا کہ: ’’میرا پلنگ بھی ابا کے قریب بچھا دیں‘‘ مگر میں نے اپنی جگہ چھوڑنا، نہیں مانا۔ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ ’’یہ ہمیشہ پاس لیٹتی ہے کیا ہوگا، آخر شریف کا بھی دل چاہتا ہے۔ ایک دو دن یہ اپنی ضد ذرا چھوڑ دے بھائی کو لیٹنے دے تو کیا حرج ہو جائے گا‘‘ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

’’نہیں یہ لڑکی ہے اس کا دل رکھنا زیادہ ضروری ہے‘‘

حالانکہ حضرت اماں جان چھوٹے بھائی صاحب کو لے کر اس رات ان کی دلداری کے لیے خود بھی بیت الدعا میں زمین پر ان کو ساتھ لے کر سوئیں مگر میرا بستر وہیں رہا لیکن مجھے یاد ہے کہ اس بات پر پھر میرا دل بھی دُکھا تھا اور ندامت محسوس ہوئی۔

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 8-10)

بقیہ: تبلیغ میں پریس اور میڈیا... از صفحہ 5

کرنا پڑا اور تمام قومیں اس کی دشمن ہوگئیں تھیں لہٰذا وہ اسی فکر میں لگ گئے کہ اس طرح اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں......... نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو...... تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گذر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا۔ اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:

’’قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو۔‘‘

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’مسیح موعود دنیا میں آیا ہے تا کہ دین کے کام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرے اور اپنے حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں‘‘

(ملفوظات جلد سوم)

یہ ہے جماعت احمدیہ کا عقیدہ جہاد کے بارے میں۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اس وقت ایک ایسے ہی مہدی اور مسیح کا انتظار کر رہے ہیں جو آ کر مزید خون خرابہ کرے گا اور یہی وجہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان دوسروں کا خون بہانے اور دوسروں کو کافر ٹھہرانے میں ہرگز دیر نہیں لگاتے۔ خاص طور پر جہاد اور مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں انہوں نے بہت ہی من گھڑت باتیں بنالی ہوئی ہیں۔

فیصل آباد کے عالمی تحفظ ختم نبوت شفاعت محمدی اور آل پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن نے ایک ورقہ پمفلٹ شائع کر کے عام تقسیم کیا اور اشتعال دلایا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ’’ایسے لوگوں کو بھرے بازار میں گولی مارنا جہاد ہے ان کو مارنا ثواب ہے۔

اسی پمفلٹ میں جماعت احمدیہ کے خلاف یوں اشتعال دلایا ہے۔

’’اگر آپ قیامت کے دن محمدؐ کی شفاعت چاہتے ہیں اور آپؐ کے جھنڈے کے نیچے جگہ چاہتے ہیں تو آپ کو تحفظ ختم نبوت کا کام کرنا پڑے گا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ٹولے کے مقابلہ میں بھی آنا پڑے گا۔ لہٰذا اپنے ضمیر کو جگائیں اور ختم نبوت کے نڈر مجاہد ہو کر ان کو قتل کر کے شہادت کا رتبہ حاصل کریں‘‘

یہ پمفلٹ کثیر تعداد میں شائع کرایا گیا اور تقسیم ہوا۔ جب بھی کوئی ملّاں اس قسم کے کام کرتا ہے اس وقت پھر کوئی نہ کوئی جہاد اور شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے افراد کو قتل کرتا ہے پھر حکومت بھی اس پر کوئی نوٹس نہیں لیتی قانون ایسے لوگوں کو ایسے جرم کی اجازت دیتا ہے۔

آپ بانئ جماعت احمدیہ کی تحریرات پڑھ لیں اور ان نام نہاد مولویوں کے فتاویٰ بھی پڑھ لیں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کون صحیح اسلام کی تعلیمات پیش کر رہا ہے اور کون دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کو آشکار کر رہا ہے۔

ہم تو یہی کہیں گے کہ ان ظلموں سے باز آجاؤ۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر آپ کو سمجھانے کے لئے کوشش کر رہی ہے اگر سمجھ جائیں تو بہتر ہے ورنہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ اس وقت جو حالات پاکستان پر گزر رہے ہیں کہ یہ واقعی ان لوگوں کے حالات ہیں جن پر خدا کے پیار کی نظر پڑتی ہے۔ یا جن پر خدا کا غضب ہوتا ہے۔ کون سی بُرائی ہے جو ان میں پائی نہیں جاتی۔ ہر قسم کا گھناؤنا جرم خدا اور اس کے رسول کے نام پر کیا جارہا ہے اور سمجھتے یہ ہیں کہ یہ صحیح اسلام ہے اور تحفظ ختم نبوت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

اے اللہ! ان کو سمجھ اور عقل اور رشد عطا فرما۔ آمین

بقیہ: معمارِ کشمیر ...... از صفحہ 12

عمل میں آئی۔ جس کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے اجتماعی دعا کروائی۔

گلکار صاحب کی وفات کو کشمیری حلقوں میں گہرے رنج وغم سے سنا گیا۔ 18/ جولائی کو جب ان کی وفات کی خبر مظفر آباد پہنچی تو تمام حلقوں میں جو گلکار صاحب کی قومی قربانیوں سے واقف تھے صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسی دن گیارہ بجے صبح صدر آزاد کشمیر سردار عبد القیوم خان کی صدارت میں آزاد جموں وکشمیر کے ایڈیٹروں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بیس مدیران جرائد موجود تھے اس میں میر عبد العزیز مدیر ’’انصاف‘‘ کی تجویز پر قرارداد پیش ہوئی جو جناب صدر کی صدارت میں باتفاق رائے منظور ہوئی۔

پیر علی شاہ ایم ایل اے صدر آزاد کشمیر پیپلز پارٹی نے ایک بیان میں کہا کہ ’’مجھے محترم جناب گلکار کی وفات سے سخت صدمہ ہوا۔ وطن کی آزادی کا شیدائی اور طویل جد وجہد کا ایک عظیم سپاہی ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ کس قدر بے غرض اور بے نیاز انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔‘‘

مورخ کشمیر جناب کلیم اختر نے لکھا ’’ریاستی عوام ایک ایسے انسان کی قومی اور ملی خدمات سے محروم ہو گئے ہیں جو پوری نصف صدی تک ڈوگرہ اور بھارتی سامراج کی کلفتوں کے خلاف نبرد آزما رہا اور میدان عمل میں بھی ڈٹا رہا۔‘‘

مشتاق احمد فاروق صاحب ایڈووکیٹ مظفر آباد کے مطابق خواجہ غلام نبی گلکار تاریخ آزادی کشمیر کا ایک عظیم باب تھے۔ اس دنیا کے ریگزار میں ان کی مثال اس اونٹ کی سی تھی جسے ہر موڑ پر کانٹے چبھتے رہے ہوں مگر اس کی پشت پر درویشی، حب الوطنی، انسانی عظمت، رواداری اور محبت کے پھولوں کی وہ ٹوکری لدی ہوئی تھی جس نے ان کے اردگرد بے شمار تحریکوں کے گلزار کھلا رکھے تھے جن کی خوشبوئیں آج بھی مشامِ جان کو معطر کر رہی ہیں۔

(’’لاہور‘‘ 6/ اگست 1973ء صفحہ 5 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 29 صفحہ 225-226)

م م محمود

سو سال قبل کا الفضل

2/ نومبر 1922ء پنج شنبہ (جمعرات)

مطابق 11 ربیع الاول 1341 ہجری

صفحہ اول پر مدینۃ المسیح کی خبروں میں حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت کے بارے میں خبر درج ہے کہ ”حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔حضور روزانہ سیر کو تشریف لے جاتے ہیں۔ٹانگ کے درد میں افاقہ تو ہے مگر بالکل رفع نہیں ہوا۔“

اسی طرح مدینۃ المسیح کی خبروں میں ایک خبر یہ بھی شامل ہے کہ ”مبلغین کی جماعت کو جناب حافظ روشن علی صاحب بخاری شریف کا جو دور کرا رہے تھے اُس کا آخری سبق جناب حافظ صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے 28/ اکتوبر بعد نمازِ عصر مسجد اقصیٰ میں جماعت مبلغین کو دیا اور خاتمہ کے بعد دعا فرمائی۔“

صفحہ نمبر 3 اور 4 پر اداریہ شائع ہوا ہے جسے ایڈیٹر اخبار الفضل مکرم غلام نبی صاحب نے تین مختلف عناوین کے تحت تحریر کیا ہے۔پہلا عنوان ”عیسائی امریکہ کو مسلمان بنانے کی کوشش۔ایک امریکن اخبار اور احمدیت“ کے تحت ہے۔اس کے ذیل میں امریکہ کے اخبار ”سیرے کس ہیرلڈ“ کی 25/ جون 1922ء کی اشاعت میں شائع ایک مکمل صفحہ کا مضمون درج کیا گیا ہے۔اس مضمون میں مذکورہ اخبار نے احمدیہ مشن کے حالات، احمدیہ اخبار ”مسلم سن رائز“ کے پہلے صفحہ کا نقشہ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی تصویر، نیویارک میں اذان دینے کے مینار کی مصنوعی تصویر (جس میں مؤذن کھڑا اذان دے رہا ہے)، ہائی لینڈ پارک کی مسجد اور لنڈن میں نومسلموں کے نماز پڑھنے کے نظارہ کی تصاویر بھی دی ہیں۔مذکورہ اخبار اپنی اشاعت میں لکھتا ہے ”امریکہ کے عیسائی لوگ ہر سال لاکھوں ڈالر یسوع کی انجیل کو تمام دنیا میں پھیلانے اور روئے زمین کے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لیے خرچ کر رہے ہیں اور جبکہ اس قدر عظیم الشان خرچ ممالک غیر میں اپنے وقف شدہ عیسائی مشنریوں کے آرام و آسائش کے لیے جو نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں، کیا جا رہا ہے۔دنیا کے دیگر بڑے بڑے مذاہب میں سے ایک مذہب عیسائی امریکہ میں اپنے قدم جمانے کے لیے زبردست کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی خوشنما مسجدیں اور مینار جن پر کھڑے ہو کر مؤذن اذان دیتے ہیں۔اسی کثرت سے ان ممالک میں بنائیں جس کثرت سے ہمارے گرجے بنے ہوئے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ دن آنے والا ہے کہ اور وہ کوئی زیادہ دور نہیں جب کہ ہلال صلیب پر غالب آجائے گا اور اہل امریکہ کی ایک بہت بڑی تعداد ان اعتقادات کی پیرو بن جائے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔۔۔“

مزید اخبار حضرت مفتی صاحبؓ کے متعلق لکھتا ہے ”ایک سال سے کچھ ہی زیادہ عرصہ ہوا ہے جس کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک مسلمان مبلغ آیا ہوا ہے جس کے ذمہ یہ فرض رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو شمالی امریکہ کے طول و عرض میں پھیلا دے۔اس کا نام مفتی محمد صادق ہے اور وہ قادیان (پنجاب ہندوستان) سے آیا ہے۔جہاں اسلام کے سلسلہ احمدیہ کا مرکز ہے۔۔۔۔یہ واعظ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں متعدد زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں جو انہیں اس کام کے لیے سکھائی جاتی ہیں جو انہیں درپیش ہے۔ان کو مبلغ کہا جاتا ہے۔ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بہت ہی قریب کی مشابہت رکھتی ہیں ہمارے واعظ پوپوں کی ذمہ داریوں سے۔۔۔

ڈاکٹر صادق جیسا کہ ان کا نام ہے ایسے مشنری ہیں جن کے سپرد ریاست ہائے متحدہ اور کینیڈا کو اسلام کے لیے فتح کرنے کا کام کیا گیا ہے۔وہ اپنے آپ کو بہت محنت اور سرگرمی سے کام کرنے والا ثابت کر رہے ہیں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کے اخراجات کا کافی انتظام ہے۔اس ترقی نے جس کے متعلق وہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ انہیں چند ماہ میں حاصل ہوئی ہے، اُن کے دلدادوں کو یہ خیال کرنے کا موقع بہم پہنچا دیا ہے کہ وہ دن جبکہ امریکہ مسلمان ہو جائے گا ان کی امید سے بھی پہلے طلوع ہونے والا ہے۔۔۔

ڈاکٹر صادق کے آنے کے بعد یہاں ایک مسجد خوشنما بنائی اور ہر طرح کی احتیاط کے ساتھ ہائی لینڈ پارک مچ (غالباً مشی گن کا مخفف۔ناقل) میں جو کہ ڈیٹرائٹ کے متصلات میں سے ہے، تعمیر ہوئی ہے۔اس وقت تک یہ مبلغ اسلام یہیں قیام پذیر تھا مگر حال ہی میں وہ شکاگو میں چلا گیا ہے اور مستقبل قریب میں شکاگو، نیویارک اور بہت سے دوسرے بڑے شہروں میں تعمیر شدہ مساجد دیکھنے کی امید رکھتا ہے۔“

اس اخبار نے ”مسلم سن رائز“ کا تعارف تحریر کرنے کے بعد لکھا کہ ”اپریل 1922ء کے مسلم سن رائز کے پرچہ میں امریکہ کے 33 مردوں اور عورتوں کی فہرست شائع ہوئی ہے۔جن کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ حال ہی میں انہوں نے احمدیت کو قبول کیا ہے۔ان کو امریکن ناموں کے بعد عربی نام دیے گئے ہیں۔“

اس امریکن اخبار نے مسلم سن رائز کے جس شمارہ کا ذکر کیا ہے اس کی ابتداء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اپنے امریکہ میں قیام کے دوران پہلے نومسلم امریکن احمدی کا نام مع تصویر اور ان کا مختصر تعارف بھی شائع کیا ہے۔مسلم سن رائز کے اس شمارہ کو دیکھنے کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://muslimsunrise.com/wp-content/uploads/20191922 /07 /_issue_2.pdf

اداریہ کا دوسرا عنوان ”خلیفۃ المسلمین کی شبیہ“ ہے۔اس کے تحت اخبار الفضل نے ”پیسہ“ اخبار کی 27/ اکتوبر 1922ء کی اشاعت میں شائع ترک خلیفہ سلطان وحید الدین کی تصویر شائع کی ہے۔”پیسہ“ اخبار نے یہ تصویر ”خلیفۃ المسلمین“ کے caption کے ساتھ شائع کی تھی۔اسی طرح اخبار الفضل نے ایک اور ہندوستانی اخبار ”ہمدم“ کی 26/ اکتوبر کی اشاعت میں مذکورہ سلطان کے بارہ میں تحریر شائع کی ہے اور اس تحریر کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے کہ ”مسلمان اس مایہ ناز ہستی کو جس قدر وقعت اور اہمیت دیتے ہیں اس کا اندازہ حسب ذیل الفاظ سے لگانا چاہیے جو حال ہی میں اخباروں میں اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔“ چنانچہ اخبار الفضل مثال کے طور پر اخبار ”ہمدم“ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے ”یہ ظل اللہ ہیں۔ان کی ذات مقدس ہے اور دنیائے اسلام کا روحانی اقتدار ان کے سپرد ہے۔“

اخبار الفضل اس پر لکھتا ہے کہ ”یہ الفاظ جس خلوص اور عزت کو ظاہر کر رہے ہیں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سوائے اس کے کچھ اور

نہیں کہیں گے کہ جس نازک اندام انسان کے لیے احترام شریعت کی خاطر داڑھی کے چند تولہ بالوں کا بار بھی ناقابل برداشت ہے۔اس کے لیے شریعت کے دوسرے احکامات بجالانا کس قدر مشکل ہو گا اور وہ کہاں تک ان کی پابندی کی تکلیف برداشت کرتا ہو گا۔

آہ مسلمان جنہیں دنیائے اسلام کے روحانی اقتدار کی حامل ذاتِ مقدس اور ظل اللہ سمجھتے ہیں۔ان کی یہ شکل وشباہت۔کاش مسلمان غور کریں کہ جس انسان کو وہ سب سے اعلیٰ سمجھ کر تمام دنیائے اسلام کا روحانی اقتدار سپرد کرتے ہیں وہ اسلام کے لیے ایک کاص حکم کی علی الاعلان خلاف ورزی کرنا معمولی بات سمجھتا ہے۔کیا اب بھی مسلمان کسی ایسے مامور اور مصلح کی ضرورت سے انکار کریں گے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہو۔“

قارئین کرام! اس خبر کے چند روز بعد ہی ”خلیفۃ المسلمین“، ”ظل اللہ“، ”ذاتِ مقدس“ اور ”دنیائے اسلام کے روحانی اقتدار کے بادشاہ“ کہلانے والے سلطان وحید الدین کے ساتھ جو ہوا وہ تاریخ کے اوراق میں آج بھی محفوظ ہے۔انہیں تختِ سلطانی سے معزول کر دیا گیا اور بعد ازاں انہیں پہلے مالٹا اور پھر اٹلی میں پناہ لینی پڑی۔

لیکن اس کے بالمقابل خلافتِ احمدیہ کی ایک سو چودہ سالہ تاریخ گواہ ہے اور ان ایک سو چودہ سالوں کا ایک ایک دن اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ خلیفۃ المسلمین، ظل اللہ اور دنیائے اسلام کے روحانی اقتدار کا روئے زمین پر واحد اور حقیقی بادشاہ کون ہے۔انسانوں کے ہاتھوں قائم کردہ ترکی کی خلافت جو خلافتِ حقہ کہلاتی تھی آج اس خلافت کا جاننے کے لیے تاریخ کی کتابوں کا سہارا لینا پڑتا ہے لیکن اس کے بالمقابل خلافتِ احمدیہ جو خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت ہے، دشمنوں کی سیکڑوں سازشوں اور ہزاروں کوششوں کے باوجود بھی آج بفضلِ تعالیٰ اسلام کا جھنڈا سر بلند کئے ہوئے ہے اور اس کے ذریعہ ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں سعید فطرت روحیں خدا تعالیٰ کی ہستی کو پہچان کر مذہبِ اسلام میں داخل ہو رہی ہیں۔

اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

اداریہ کا تیسرا عنوان ”سودی لین دین“ ہے۔اس کے تحت اخبار الفضل نے ایک ہندو اخبار کا بیان شائع کیا ہے جس میں اس اخبار نے سود کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

صفحہ نمبر 5 تا 7 پر حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خطبہ نکاح شائع ہوا ہے۔جو آپؓ نے میاں عبدالسلام صاحب خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے نکاح کے موقع پر ارشاد فرمایا۔

صفحہ نمبر 8 اور 9 پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو آپ کے ایک سفر کی رُوداد پر مشتمل ہے جو آپؓ نے نائیجیریا میں تبلیغ سلسلہ کی خاطر اختیار فرمایا۔

صفحہ 9 تا 10 پر حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کا قسط وار مضمون شائع ہوا ہے جو آپ نے قرآن کریم پر ”آریہ مسافر“ کے کئے گئے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمایا۔اس مضمون میں اعتراض نمبر 17 تا 19 کے جوابات دیے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا اخبار کے مفصل مطالعہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19221102.pdf

سید عمار احمد۔ جرمنی

کیا سمندر واقعی آکسیجن پیدا کرتے ہیں؟

زمین پر موجود جانداروں کو زندہ رہنے کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے۔ آکسیجن ایک ایسی گیس ہے جو زمین کے ماحول کا 21 فیصد حصہ بناتی ہے۔ آکسیجن جانداروں کو سانس لینے، بڑھنے اور خوراک کو توانائی میں تبدیل کرنے میں مدد کرتی ہے۔ آکسیجن ہمارے خلیوں کو خوراک کو توڑنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے تاکہ ہمیں زندہ رہنے کے لیے درکار توانائی حاصل ہو سکے۔ زمینی جاندار زمین کے ماحول سے ہوا میں سانس لیتے ہیں جبکہ زیادہ تر سمندری جانور براہ راست سمندر کے پانی سے آکسیجن حاصل کرتے ہیں۔

یہ تمام آکسیجن زمین میں کہاں سے آتی ہے۔ آپ پہلے ہی سے یہ بات جانتے ہیں کہ یہ آکسیجن Photosynthetic اجسام یعنی پودوں سے آتی ہے۔ Photosynthetic وہ عمل ہے جس کے ذریعے سبز پودے اور کچھ دوسرے جاندار اجسام سورج کی روشنی، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور پانی کو آکسیجن اور توانائی بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ درخت اور جنگل آکسیجن پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ زیادہ تر آکسیجن جس میں آپ سانس لیتے ہیں وہ سمندر سے آتی ہے؟

زمین کی آکسیجن کا کم از کم آدھا حصہ سمندر سے آتا ہے

سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ زمین پر آکسیجن کی پیداوار کا 50-70 فیصد حصہ سمندر سے آتا ہے۔ اس کی زیادہ تر پیداوار سمندری Photosynthesizers یعنی Plankton سے ہوتی ہے۔ ان میں (Plankton)Phytoplankton وہ قسم جو خوردبینی پودوں پر مشتمل ہوتا ہے، چونکہ انہیں سورج کی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ پانی کی سطح کے قریب پائے جاتے ہیں اور Seaweed (سمندری گھاس) شامل ہیں۔ یہ دونوں کاربن ڈائی آکسائیڈ، پانی اور سورج سے حاصل ہونے والی توانائی اپنے لیے خوراک بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اس عمل کے نتیجے میں آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، وہ سمندر میں فوٹو سنتھیسائز کرتے ہیں۔

Phytoplankton زمین کے کچھ سب سے اہم جانداروں میں شامل ہیں۔ Phytoplankton میں، سمندر کی سطح پر موجود بہتے خوردبینی پودے، ایلجی اور کچھ بیکٹیریا جو فوٹو سنتھیسائز کر سکتے ہیں شامل ہیں۔ Phytoplankton بیکٹیریا کی ایک مخصوص قسم، جسے Prochlorococcus کہا جاتا ہے، ہمارے سیارے پر 20 فیصد آکسیجن پیدا کرنے کے لیے ذمہ دار ہے۔ Prochlorococcus بیکٹیریا اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ پانی کی ایک بوند میں ہزاروں سما سکتے ہیں۔ Phytoplankton کے ذریعے پیدا ہونے والی آکسیجن کی مقدار کا بہتر اندازہ لگایا جا سکے اس سلسلے میں سیٹلائٹ کی تصاویر سائنسدانوں کو phytoplankton کو ٹریک کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے اور وہ ہے سمندری آلودگی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ ایک اہم مسئلہ بن چکی ہے۔ زیادہ تر سمندری آلودگی، زمینی ذرائع سے ہوتی ہے انسانوں کے زیر استعمال مختلف قسم کے کیمیکلز جیسے صنعتی، زرعی کیمیکلز اور فضلہ، رہائشی فضلہ، پلاسٹک اور دیگر زہریلے ذرات سمندر میں داخل ہوتے ہیں اور وہاں نقصان دہ اثرات مرتب کرتے ہیں اس علاوہ جہاز رانی کی سرگرمیاں بھی سمندری آلودگی میں حصہ ڈالتی ہیں اور حادثاتی طور پر تیل کے اخراج کے ذریعے بھی سمندری حیات کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر ہم Phytoplankton کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اور قدرتی سلسلے کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو آلودگی کو کم کرنا ہوگا اور جو کچھ سمندر میں بہایا جا رہا ہے اس کا خیال رکھنا پڑے گا تاکہ زمین اور سمندر میں قدرت کی خوبصورتی کو محفوظ رکھیں۔

حوالہ جات

https://oceanservice.noaa.gov/facts/ocean-oxygen.html

https://ocean.si.edu/ocean-life/plankton/every-breath-you-take-thank-ocean

https://xshore.com/news/70-percent-of-the-oxygen-you-breathe-is-produced-by-the-ocean

ظفر اقبال جاوید۔ صدر و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ ہنڈوراس

رپورٹ کتب میلہ ہنڈوراس

جماعت احمدیہ ہنڈوراس کو پہلی دفعہ ہنڈوراس کے دوسرے بڑے شہر San Pedro Sula میں ہونے والے تین روزہ کتب میلہ (مورخہ 14 تا 16 اکتوبر 2022ء) میں شمولیت کی توفیق ملی۔ ہنڈوراس میں کتب میلوں کی طرف رجحان نہیں ہے۔ یہ San Pedro Sula میں دوسرا کتب میلہ تھا۔ اس کتب میلہ کو درج ذیل 3 categories/ میں تقسیم کیا گیا تھا۔

1. مصنفین
2. اداریہ
3. بک سٹالز

ہنڈوراس کے مشہور مصنفین کی موجودگی کی وجہ سے پڑھے لکھے لوگوں کی زیادہ تعداد اس کتب میلہ میں شامل ہوئی۔ جماعت احمدیہ ہنڈوراس کو مصنف کی کیٹیگری میں Review of Religions کے تحت اسٹال لگانے کی توفیق ملی اور درج ذیل جماعتی کتب کی نمائش کا موقعہ ملا۔

1. قرآن کریم
2. منتخب آیات قرآن کریم
3. اسلامی اصول کی فلاسفی
4. مسیح ہندوستان میں
5. The world crisis and pathway to peace
6. لائف آف محمد
7. Review of Religions کے مختلف شمارے

اس کتب میلہ کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

- San Pedro Sula کے Mayor صاحب کتب میلہ کے افتتاح کے لئے تشریف لائے اور مکرم موصوف نے جماعت کے اسٹال کا وزٹ بھی کیا۔ جماعتی تعارف کے ساتھ ساتھ انہیں Pathway to Peace کتاب بطور تحفہ پیش کی۔ ان سے جلد دوبارہ میٹنگ کی درخواست کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!
- اس کتب میلہ کو تینوں دن ہزاروں پڑھے لکھے لوگوں نے وزٹ کیا۔
- تمام لوگوں نے پہلی دفعہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بارہ میں سنا اور پہلی دفعہ قرآن کریم کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر دیکھا۔ انہیں جماعت اور جماعتی کتب کے تعارف کی توفیق ملی۔
- بعض مقامی احباب نے بعد میں ملنے اور جماعت کا مزید تعارف حاصل کرنے کا وعدہ کیا۔
- اس کتب میلہ کے organizers اور خاص طور پر مکرم Giovanni Rodriguez صاحب کے ساتھ اچھا تعلق بن گیا ہے۔ مکرم موصوف نے ہنڈوراس کے مختلف شہروں میں ہونے

والے دیگر کتب میلوں کے بارہ میں بھی معلومات دی ہیں اور ساتھ ہی ان میں شمولیت کے لئے مدد کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

- اس کتب میلہ کے دوران ایک ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ کل مورخہ 21 اکتوبر کو مکرم ظاہر احمد صاحب نے دوبارہ ان سے تفصیلی میٹنگ کی ہے اور کل انہوں نے بھی قرآن کریم خریدا ہے۔
- اس کتب میلہ کے دوران مقامی احباب نے مزید معلومات کے لئے دوبارہ ملنے اور سکول میں اسلام کے بارہ میں لیکچرز کا وعدہ بھی کیا ہے۔

درج ذیل کتب فروخت کی گئیں:

- قرآن کریم۔ دو عدد
- منتخب آیات قرآن کریم۔ تین عدد
- اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ایک عدد
- مسیح ہندوستان میں۔ پانچ عدد
- لائف آف محمد۔ ایک عدد
- Review of Religions۔ ایک عدد

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: معلمین وقفِ جدید کے لئے مشعلِ راہ...... از صفحہ 8

فضول، تقویٰ، استقامتِ شریعت، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کنارہ کشی، نماز اور روزہ۔

- آپ نے اہل حقیقت کے لئے دس چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ معرفت میں کامل اور اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو، کسی کو ضرر نہ پہنچائے اور کسی کے بارے میں بری بات نہ سوچے، حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے، لوگوں سے وہی بات کہے جس میں دنیا اور دین کا فائدہ، تو ضع، گوشہ نشینی، ہر شخص کی عزت و احترام اور اپنے آپ کو سب لوگوں سے کم تر اور حقیر سمجھنا، رضا و تسلیم، رنج و مصیبت میں صبر و تحمل سے کام لینا، سوز و گداز اور عجز و نیاز، قناعت و توکل۔
- یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو اپنا لیجئے آپ دنیا کے معتبر بن جائیں گے۔
- آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں یعنی جو رویہ چاہیں اختیار کریں بلکہ آزادی بھاری ذمہ داری ہے جسے سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہوتا ہے۔
- والدین کے چہروں پر محبت کی نظر کرنا بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہے۔
- نوجوان اگر اپنی قوتوں کو فضول کاموں میں ضائع کریں گے تو بعد میں ہمیشہ افسوس کریں گے۔
- اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے جس کی سخاوت دریا کی طرح رواں دواں ہو۔

(باقی آئندہ بدھ ان شاء اللہ)

دعا کا تحفہ

دُعائے قنوت

حضرت حسن بن علیؓ کو نبی کریم ﷺ نے وتر میں پڑھنے کے لئے یہ دُعائے قنوت سکھائی:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

(ترمذی کتاب الوتر و ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما ان میں سے جن کو تو ہدایت کرے اور مجھے عافیت عطا فرما ان میں سے جن کو تو عافیت عطا کرے اور مجھے دوست بنا لے ان میں سے جن کو تو خود دوست بناتا ہے اور جو کچھ تو عطا کرے اس میں میرے لئے برکت ڈال دے اور جو تو فیصلہ کرے اس کے شر سے مجھے بچا لے۔ یقیناً تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا جسے تو دوست بنا لے یقیناً وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے وہ عزت نہیں پاتا۔ تو برکت والا ہے اے ہمارے رب! تو بہت بلند شان والا ہے۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام ہوں نبی کریم محمد ﷺ پر۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 72-73)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

امام کے سلام پھیرنے سے قبل غلطی سے سلام پھیر لینا

نماز مغرب میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے پیش امام صاحب کی آواز آخری صفوں تک نہ پہنچ سکنے کے سبب درمیانی صفوں میں سے ایک شخص حسب معمول تکبیر کا باآواز بلند تکرار کرتا جاتا تھا۔ آخری رکعت میں جب سب التحیات بیٹھے تھے اور دعائے التّحیات اور درود شریف پڑھ چکے تھے اور قریب تھا کہ امام صاحب سلام کہیں مگر ہنوز انہوں نے سلام نہ کہا تھا کہ درمیانی مکبّر کو غلطی لگی اور اس نے سلام کہہ دیا جس پر آخری صفوں کے نمازیوں نے بھی سلام کہہ دیا اور بعض نے سنتیں بھی شروع کر دیں کہ امام صاحب نے سلام کہا اور درمیانی مکبّر نے جو اپنی غلطی پر آگاہ ہو چکا تھا دوبارہ سلام کہا۔ اس پر نمازیوں نے جو پہلے سے سلام کہہ چکے تھے اور نماز سے فارغ ہو چکے تھے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا ہماری نماز ہو گئی یا ہم دوبارہ نماز پڑھیں؟

صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے جو خود بھی پچھلی صفوں میں تھے اور امام سے پہلے سلام کہہ چکے تھے فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا جا چکا ہے اور حضرت (مسیح موعودؑ) نے فرمایا ہے کہ:

آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد اگر ایسا ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(بدر 2 مئی 1907ء صفحہ 2)
(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

مصنوعی پن کی عادت

یہ بات آپ کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد مصنوعی پن چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتی جس کو ولایتی پن سے محبت کرنا اور دیسی پن سے نفرت کرنا بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ در اصل اپنے اصل سے نفرت ہوتی ہے اور لوگ اپنی قومیت پر شرمندہ رہتے ہیں جس کا یقین ان کو صدیوں کی غلامی دلا چکی ہوتی ہے جو آزادی کے بعد بھی انہیں آزاد نہیں ہونے دیتی کیونکہ ان کے آباؤ اجداد کے پروں کو کاٹ دیا گیا تھا اس لئے کہ غلاموں کے پر نہیں ہوتے اور وہ پرواز بھرنا بھول گئے پھر انکی آئندہ نسلوں کو بھی اڑنا نہیں آتا جبکہ وہ سب پروں کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں مگر پھر بھی زمین پر گھسٹنا پسند کرتے ہیں۔

مرسلہ: کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

2/نومبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:06	17:44
مدینہ منورہ	05:09	17:41
قادیان	05:23	17:38
ربوہ	05:02	17:18
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:28	16:35